شری ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور مرحوم کا ایک نہایت ہی زبردست سوشل ناول

کمودنی

مترجمہ

روشن پٹیالوی

ناشران

نرائن دت سہگل اینڈ سنز تاجران کتب

دہلی

بار چہارم

قیمت

ایک روپیہ آٹھ آنہ

(محبوب المطابع برقی پریس دہلی)

(۱)
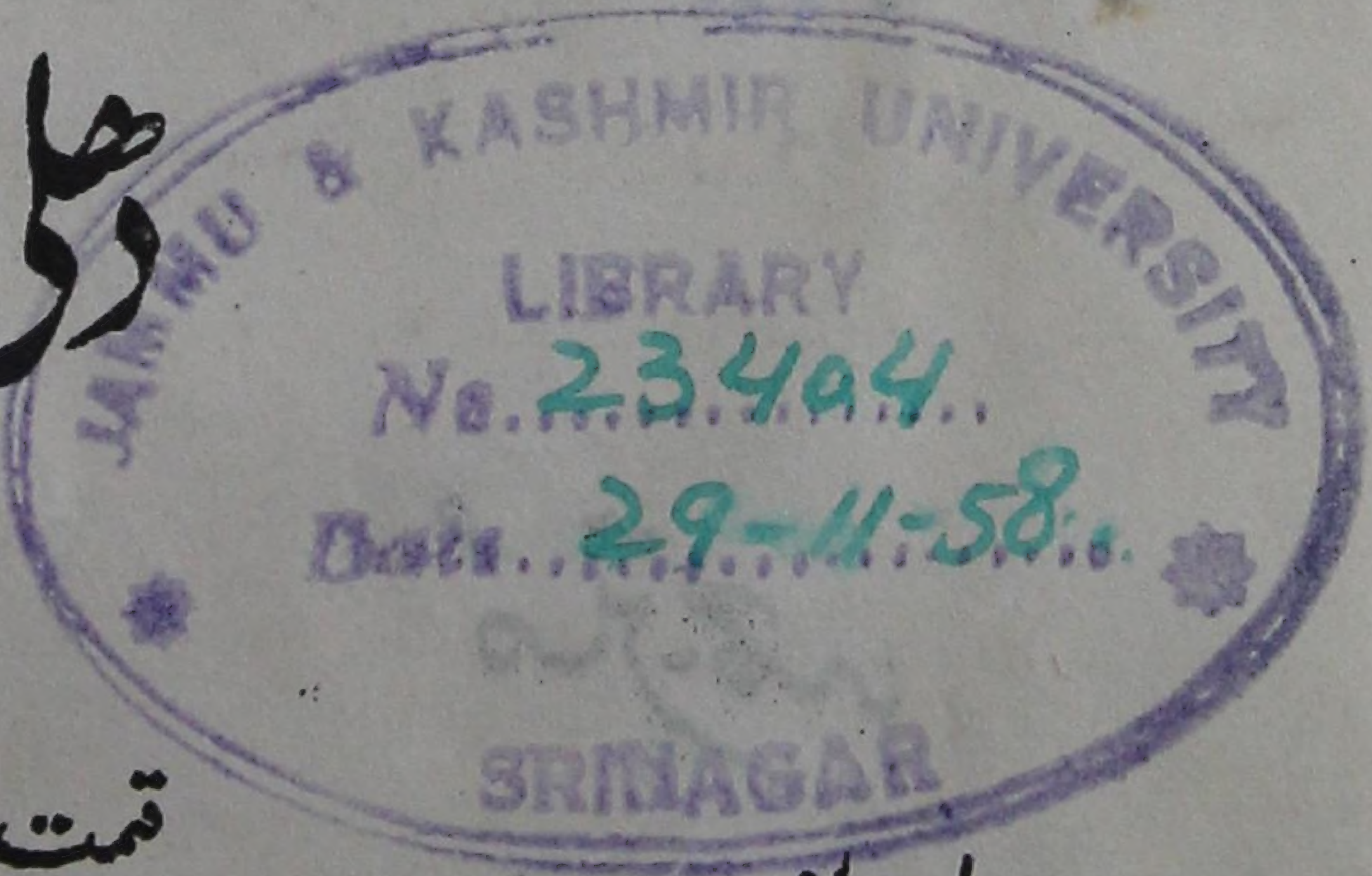
آج ہاڑ کے مہینہ کی سات تاریخ تھی۔ یہ اہناش گھوشال کا یوم پیدائش ہے۔ آج اسے پورے تیس سال ہو گئے۔ صبح سے ہی مبارک بادی کے تاروں اور پھولوں کے گلدستوں کا تانتا بندھ گیا ہے۔

کہانی کا یہی آغاز ہے۔ اس سے بھی پہلے اس کا آغاز ہے۔ جیسے چراغ جلاتے ہیں شام کے وقت، لیکن اس سے پہلے صبح کے وقت ہی لوگ بتی بنا کر رکھ لیتے ہیں۔

اس کہانی کے پرانے واقعات کی تلاش کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ گھوشال خاندان کسی وقت سندربن کی طرف رہا کرتا تھا۔ اس کے بعد ہگلی ضلع کے نور پور شہر میں آباد ہوا یہ لوگ اپنے وطن سے پرتگیزوں کے حملے سے ڈر کر بھاگ آئے۔ یا اندرونی طور پر سماج کے دھکوں کی وجہ سے یہ بات ٹھیک طور پر معلوم نہیں۔

جو لوگ جان پر کھیل کر پرانے گھر کو چھوڑ سکتے ہیں جلدی سے نئے گھر بنانے کی طاقت بھی ان میں پائی جاتی ہے۔ گھوشال خاندان کے تاریخی زمانہ کے آغاز میں ان کے پاس کافی زمین جائداد، گائے، بھینس، نوکر چاکر، ہنسی خوشی کا سامان، بیاہ شادیاں دکھائی دیتی تھیں۔ اب بھی ان کے پرانے گاؤں سیا کلی میں کم از کم دس بیگھے میں پھیلا ہوا، گھوشال تالاب اپنے کائی کے گھونگھٹ کے اندر سے بھرے ہوئے گلے کے ساتھ ان کی قدیم عظمت کی گواہی دے رہا تھا۔ آج اس تالاب کے ساتھ محض ان کا نام ہی وابستہ رہ گیا ہے۔ پانی کے مالک چیٹر جی زمینداروں کا خاندان ہے آخر انہیں اپنی آبائی شان کس طرح چھوڑنی پڑی، یہ جان لینا بھی ضروری ہے۔

ان کی تاریخ کے درمیانی ابواب میں دیکھتے ہیں۔ کہ چیٹرجی زمینداروں سے ان کی چھیڑ چھاڑ رہی ہے۔ اس دفعہ جھگڑا زمین جائداد پر نہیں بلکہ دیوی کی پوجا پر ہی چل پڑا تھا۔ گھوشل خاندان نے رشک کی وجہ سے چیٹرجی خاندان والوں سے دو ہاتھ اونچی مورتی بنائی تھی۔ چیٹرجی خاندان نے بھی اس کا جواب دیا۔ رات کی رات میں رسبرجی، کی سڑک پر تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر اس پیمائش کے بندن وار بندھوا دیئے۔ کہ جن میں گھوشل خاندان والوں کے بُت کا سر ہی اٹک جائے، اونچی مورتی والے بندن وار توڑنے لگے۔ نیچی مورتی والے ان کے سر پھوڑنے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ دیوی نے اس دفعہ بہت زیادہ خون وصول کیا۔ خون خرابہ ہوا۔ جھگڑا شروع ہوا۔ اور اس جھگڑے کا خاتمہ اس وقت ہوا۔ جب گھوشل خاندان تقریباً تباہ و برباد ہو چکا تھا۔ آگ بجھ گئی۔ ایندھن بھی نہ رہا۔ سب کچھ جل کر راکھ ہو گیا۔ چیٹرجی خاندان والوں کو شکست ہوئی۔ مجبوری حالت میں صُلح ہو سکتی ہے۔ لیکن اس سے امن قائم نہیں ہوتا۔ ایک کھڑا ہے، اور ایک شکست کھا کر نیچے گر پڑا ہے۔ لیکن آگ دونوں کے اندر سُلگ رہی ہے۔ چیٹرجی خاندان نے گھوشالوں پر آخری حملہ کیا۔ سوسائٹی کی تلوار سے افواہ پھیلا دی کہ یہ اصل میں بھنگیج برہمن تھے۔ یہاں آ کر انہوں نے اس بات کو دبا دیا۔ کینچوا سانپ بن گیا ہے۔ جنہوں نے آواز اٹھائی۔ ان میں طاقت تھی روپے کی۔ عالم برہمنوں کے محلے میں بھی ان کی بدنامی کیلئے صحیح تلفظ والے لوگ ان کے خلاف پروپیگنڈا کرنے لگے۔ اس کلنک کے ٹیکے کو دور کرنے کے لئے مناسب ثبوت اور معاوضہ دینا اس وقت گھوشالوں کی طاقت سے باہر کی بات تھی۔ کیا کرتے۔ آخر سوسائٹی کے افراد کے شور و غل سے بیچاروں کو دوسری دفعہ پھر گھر بار چھوڑنا پڑا۔ رجب پور میں معمولی جھونپڑی بنا کر رہنے لگے۔

جو مارتے ہیں وہ بھول جاتے ہیں۔ لیکن جو مار کھاتے ہیں۔ وہ آسانی سے نہیں بھول سکتے۔ ہاتھ کی لاٹھی گر جانے پر بھی وہ دِل کی لاٹھی گھماتے رہتے ہیں۔ بہت دنوں ان کے ہاتھ کام نہیں دیتے۔ اس لئے دِل کی لاٹھی خاندان کے شروع ہونے سے چلتی آ رہی ہے۔

درمیان میں انہوں نے چیٹرجی خاندان والوں کے کس طرح ہوش ٹھکانے کئے تھے جھوٹ سچ ملاکر اس کے نقصے اب بھی ان کے گھر میں بھرے پڑے ہیں. پھوس کی جھونپڑی میں بیٹھ کر برسات کی راتوں میں لڑکے بالے اب بھی انہیں حیرانی سے منہ کھولے ہوئے بولتے سُنا کرتے ہیں. چیٹرجی خاندان کا مشہور فرد واسو سردار جب رات کو سو رہا تھا. تب بیس پچیس لٹھ بند جاکر اسے کیسے پکڑ لائے. اور گھوشالوں کی کچہری میں لے جاکر کیسے اسے غائب کر دیا. اس کا قصہ آج بھی لگ بھگ سو برس سے گھوشالوں کے خاندان میں برابر چلا آرہا ہے. پولیس جب خانہ تلاشی کرنے آئی. تب بھون موہن نے جھٹ کہہ دیا: ہاں وہ آیا تو تھا کچہری میں اپنے کام سے. قابو میں پاکر حرامزادے کی کچھ بےعزتی بھی کی گئی تھی سنتے ہیں. اسی افسوس کی وجہ سے سادھو (براگی) بن کر گھر سے چل دیا ہے. حاکم کو کچھ شک نہ تھا. بھون نے کہا. حضور اسی سال کے اندر اگر میں نے اسے نہ ڈھونڈ نکالا. تو میرا نام بھون موہن ہی نہیں.

نہ معلوم کہاں سے ایک واسو سردار کی قد و قامت کا غنڈہ ڈھونڈ نکالا. اور اسے کچھ دیکر ڈھاکے کی طرف بھیج دیا. اس نے ایک لوٹا چرایا تھا. لیکن تھانے میں اس نے واسو گروہ کا نام لکھوا دیا. ایک مہینہ کی جیل ہوئی. جس دن جیل سے رہا ہوا بھون موہن نے اسی دن مجسٹریٹی میں خبر دی. کہ واسو سردار ڈھاکے کی جیل میں ہے. تلاش کرنے پر پتہ لگا. کہ واسو سردار جیل میں تھا تو ضرور. مگر اپنا لحاف جیل کے باہر کے میدان میں پھینک کر چلا گیا ہے. ثابت ہوا کہ وہ لحاف واسو سردار کا ہی ہے. اس کے بعد وہ کہاں گیا. یہ بتانے کی ذمہ داری بھون موہن پر نہیں تھی.

یہ کہانیاں دلوالیہ زمانہ حال کا قدیم سرمایہ ہیں. عظمت کے دن گذر چکے ہیں. اس لئے قدامت کی شان بالکل تھوتھی ہونے کی وجہ سے بہت زیادہ آواز پیدا کرتی ہے. کچھ بھی ہو. جیسے ہی تیل جل جاتا ہے. چراغ بھی بجھ جاتا ہے. گھوشل خاندان میں اقبال کا

آفتاب طلوع ہوا۔ اور ناش کے والد مدھوسودھن کی زبردست تقدیر سے۔

(۲)

مدھوسودھن کے والد آنند گھوشل رجب پور کے آڑھتیوں کے ہاں منیم تھے موٹا کھانا، موٹا پہننا، اسی طرح اپنا گذارہ کرتے تھے۔ گھر کی عورتوں کے ہاتھوں میں معمولی کڑے تھے۔ اور مردوں کے گلوں میں رکھشا منتر کے پیتل کے تعویذ اور بل کے گودے سے رنگے ہوئے۔ خوب موٹے موٹے یگیوپویت، برہمنوں کی عزت و توقیر کا ثبوت کمزور ہو جانے سے یگیوپویت ہی برہمن پن کا ایک ثبوت باقی رہ گیا تھا۔

گاؤں کے سکول میں مدھوسودھن نے ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی۔ اور ساتھ ہی ساتھ ندی کے کنارے قدرت کی گود میں بلا فیس تعلیم پائی۔ آڑھت کے سامنے والے چوک میں اور سن کی گانٹھوں پر بیٹھ کر اس نے تجربہ حاصل کیا۔ گاؤں کے کسان سوداگر خریدار گاڑی بانوں کی بھیڑ ہی میں وہ چھٹی مناتا تھا۔ بازار میں جہاں ٹین کے چھپروں کے نیچے سجی ہوئی گڑ کی گاگریں، تمباکو کی گانٹھیں، مٹی کے تیل کے کنستر، سرسوں کے ڈھیر، چنا اور مٹر کے بورے تولنے کے بڑے بڑے کانٹے اور بٹے رکھے رہتے ہیں۔ وہیں گھوم پھر کر اسے باغ میں ٹہلنے جیسا لطف حاصل ہوتا تھا۔

باپ نے سوچا۔ کہ لڑکا آگے چل کر کچھ بنیگا۔ زبردستی دو چار امتحان پاس کر لینے سے سکول ماسٹری سے لیکر محرری یا وکالت تک معزز اشخاص کے جو نجات دہندہ پیشے ہیں۔ ان میں سے کسی نہ کسی میں ضرور رنگ جائیگا۔ دیگر لڑکوں کی قسمت کی لکیر گماشتہ گیری میں ہی چھکڑا گاڑی کی طرح اٹک کر رہ گئی تھی۔ ان میں سے کوئی تو آڑھتیہ کی گدی سنبھال بیٹھا۔ اور کوئی تعلقدار کے دفتر میں کان پر قلم رکھ کر امیدواری کرنے لگا۔ آیندہ گھوشل کے معمولی سرمایہ کے بھروسے پر مدھوسودھن نے کلکتہ میں ایک کمرہ لیا۔

استادوں کو امید تھی۔ کہ امتحان میں پاس ہو کر یہ لڑکا کالج کا نام روشن کریگا۔ اتنے

میں باپ مر گیا۔ پڑھنے کی کتابیں نوٹ بکوں کے ساتھ فروخت کر کے مدھوسودھن نے عہد کر لیا۔ کہ وہ اب تلاش روزگار کریگا۔ طلبا میں پرانی کتابیں فروخت کر کے روزگار شروع ہوا۔ مال سنتی تھی۔ اسے بہت اُمید اور بھروسہ تھا۔ لڑکا امتحان میں کامیاب ہو کر اعلےٰ جماعت (طبقہ افراز) میں داخل ہوگا۔ اور اس کے بعد گھوشل خاندان کے عروج کے مینار پر کلرکی کے عہدہ پر کامیابی کا جھنڈا لہرائے گا۔

بچپن سے ہی مدھوسودھن جہاں مال جانچنے میں ماہر تھا۔ وہاں اپنے دوست احباب منتخب کرنے میں بھی بہت ہوشیار تھا۔ کبھی دھوکے میں نہیں آیا تھا۔ اور نہ ہی ٹھگا گیا تھا۔ اس کا سب سے بڑا اہم جماعت دوست کنہیالال گپتا تھا۔ اس کے آباؤ اجداد بڑے بڑے سوداگروں کے ہاں گماشتہ گیری کرتے آئے ہیں۔ والد بزرگوار ایک مشہور مٹی کے تیل کی کمپنی کے دفتر میں ایک اعلےٰ عہدہ پر فائز ہیں۔

قسمت سے ان کی لڑکی کا بیاہ تھا۔ مدھوسودھن کمر کس کر کام میں لگ گیا۔ چھپر لگانا پھول پتیوں سے منڈپ آراستہ پیراستہ کرنا۔ چھاپے خانے میں کھڑے رہ کر سنہری سیاہی میں دعوتی چٹھیاں چھپوانا۔ غالیچے چوکیاں وغیرہ کرایہ پر لانا۔ دروازے پر کھڑا ہو کر استقبال کرنا۔ کوئی بھی کام اس نے باقی نہ چھوڑا۔ اس موقعہ پر اس نے ایسی عقلمندی اور تجربے کا ثبوت دیا۔ کہ رجنی بابو بہت خوش ہوئے وہ کام کے آدمی کو پہچانتے تھے۔ سمجھ گئے کہ یہ لڑکا ترقی کریگا۔ اپنی جیب سے ضمانت کے روپے جمع کروا کر مدھوسودھن کو رجب پور میں مٹی کے تیل کی ایجنسی دلوا دی۔

قسمت کی دوڑ شروع ہوئی۔ اس دوڑ میں مٹی کے تیل کا ڈبیچارہ نہ جانے کہاں پیچھے رہ گیا۔ جمع کے خانوں کی موٹی موٹی رقوم پر قدم جماتا ہوا کاروبار بڑی تیزی سے بڑھا۔ گلی سے بڑی سڑک پر۔ خوردہ فروشی سے تھوک فروشی میں، دوکان سے دفتر میں تبدیل ہوتا ہوا ترقی کرتا گیا۔ سب نے کہا۔ تقدیر اسی کا نام ہے۔

یعنی گزشتہ جنم کی سٹیم سے ہی اس جنم کی گاڑی چل رہی ہے۔ مدھوسودھن خود سمجھتا

تھا کہ اسے ٹھگنے میں قسمت نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تھا۔ صرف حساب میں اس
نے غلطی نہیں کھائی تھی۔ اسی وجہ سے زندگی کے امتحان میں فیل ہونیکا نشان نہیں پڑا۔ حساب کی
کمزوری سے جو فیل ہونے میں مضبوط ہیں۔ استاد کی طرفداری پر وہی اعتراض کیا کرتے ہیں۔

مدھوسودھن کو غرور ہے۔ اپنی حالت کے بارہ میں وہ کسی سے بات چیت نہیں کرتا۔
مگر انداز سے اتنا تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ خشک ندی میں باڑھ آئی ہے۔ بنگال میں ایسی حالت
میں لوگ آسانی سے شادی کا ذکر کرتے ہیں۔ اپنی اس زندگی کی دولت کو خاندان کے
راستے سے موت کے بعد کے مستقبل میں پھیلانے کی خواہش ان کے دل میں طاقتور ہوتی
ہے۔ لڑکی والے مدھوسودھن کا حوصلہ بڑھانے میں کسر اٹھا نہیں رکھتے تھے۔ مدھوسودھن
کہتا تھا۔ پہلے ایک پیٹ تو پورا بھر جانے دو پھر دوسرے پیٹ کا بوجھ سر پر لیا جا سکتا
ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ مدھوسودھن کا دل چاہے، جیسا ہو مگر پیٹ چھوٹا نہیں ہے۔

اسی وقت مدھوسودھن کی ہوشیاری سے رجب پور کی سن نے اپنا نام پیدا کر لیا۔
فوراً ہی مدھوسودھن نے ندی کے کنارے کی بہت سی زمین خرید لی۔ اس وقت زمین بہت
سستی تھی۔ بہت سے اینٹوں کے بھٹے تیار کئے گئے۔ نیپال سے بڑی بڑی ساگھو کی
لکڑیاں منگوائی گئیں۔ سلہٹ سے چونا آیا۔ اور کلکتہ سے مال گاڑی میں لاکر کنکریٹ کی
ٹینیں، بازار والے حیران رہ گئے۔ کہنے لگے۔ لو بھائی اب پاس ہی تری ہوگئی ہے۔ وہ اب
کہاں جائے؟ اب بدہضمی کی باری ہے۔ کاروبار کا یہیں خاتمہ سمجھو۔

اس دفعہ بھی مدھوسودھن کے حساب میں غلطی نہیں ہوئی۔ دیکھتے دیکھتے رجب پور
کاروبار کا مرکز بن گیا۔ اس کے چکر میں بہت سے دلال بھی آ گئے۔ مارواڑیوں کے گروہ
کا گروہ اور قلی مزدوروں کی آمد ہوئی۔ مل (MILL) تیار ہوگئی۔ اور چمنی سے نکلے ہوئے چکر
دار دھوئیں نے آسمان میں تاریکی پھیلا دی۔

حساب کی بہیات دیکھے بغیر ہی مدھوسودھن کی عظمت اب دور سے ہی بغیر عینک

کے معلوم دینے لگی۔ اکیلا سارے محلے کا مالک ہے۔ چہار دیواری سے گھری ہوئی دو منزلہ عمارت ہلے۔ دروازے پر پتھر لگا ہوا ہے۔ جس پر لکھا ہوا ہے۔ "مدھوچکر" یہ نام اس کے کالج کے سابق سنسکرت کے استاد کا رکھا ہوا ہے۔ مدھوسودھن سے اب وہ یکایک پہلے سے کہیں زیادہ محبت کرنے لگے ہیں۔،

ودھوا ماں نے آکر ڈرتے ڈرتے کہا۔ "بیٹا! بھگوان نہ جانے کب مٹی سمیٹ لے۔ بہو کا مُنہ تو دیکھ جاتی۔"

مدھوسودھن نے سنجیدہ چہرہ بنا کر مختصراً جواب دیا۔ "شادی کرنے میں بھی وقت ضائع ہوتا ہے۔ اور شادی کے بعد بھی۔ مجھے اتنی فرصت کہاں ہے"

زیادہ کہنے سُننے کی ہمت اس کی ماں کو نہ ہوئی۔ کیونکہ وقت کی بھی بازاری قیمت ہے۔ سب ہی جانتے ہیں۔ کہ مدھوسودھن کی زبان ایک ہے۔ جو کہدیا۔ اور بھی کچھ دن گزر گئے۔ ترقی کے طوفان میں کاروبار کا دفتر گاؤں سے بہ کر کلکتہ چلا گیا۔ رشتہ داروں کے درشن اور آرام کی خواہش کو یہیں چھوڑ کر ماں اس دنیا سے چل دی۔ گھوشل کمپنی کا نام آج اس ملک اور غیر ملک میں پھیلا ہوا ہے۔ ان کا کاروبار اب پختہ بنیاد والی پرانی ولایتی کمپنی کے مقابلہ پر چلتا ہے۔ ہر حصہ انگریزی منیجروں کے ماتحت ہے۔،

مدھوسودھن نے اس دفعہ خود ہی کہا "شادی کی فرصت اب ملی"! لڑکی کے بازار میں اس کی شہرت سب سے زیادہ ہے۔ بہت بڑے مغرور خاندان کا غرور مٹانے کی طاقت بھی اس میں آ گئی۔

چاروں طرف سے بے شمار خاندانی خوبصورت با اوصاف، دولتمند اور تعلیم یافتہ لڑکیوں کے بارہ میں اطلاعات آنے لگیں۔ مدھوسودھن نے آنکھیں چڑھا کر کہا۔

" انہیں چٹرجیوں کے خاندان کی لڑکی چاہیئے۔"

چوٹ کھایا ہوا خاندان زخمی شیر کی طرح خوفناک ہوتا ہے

(۳)

اب لڑکی والوں کا حال سنو:۔ نورپور کے چیٹر جیوں کی حالت اب اچھی نہیں شان امارت ختم سی ہو گئی ہے۔ چھ آنے کے حصہ دار جائداد کی تقسیم کروا کر الگ ہو گئے۔ اب وہ باہر سے لاٹھی لئے دس آنے والے حصہ داروں کے حقوق پر چھاپہ مار رہے ہیں۔ اسکے علاوہ رادھا کانت جی کی خدمت کے حق کو لیکر دس اور چھ میں جتنی ہی تقسیم جائداد کی کوشش خفیہ طور پر ہوئی اتنی ہی اس کی دولت ظاہرا طور پر وکیل اور مختاروں کے کام آکر ختم ہو گئی مخبر بھی محروم نہ رہے۔ نورپور کی وہ شہرت نہیں رہی نہ ہی آمدنی رہی۔ مگر خرچ چوگنا بڑھ گیا۔ تو روپیہ سینکڑہ شرح سود کی تو پاؤں والی لکڑی نے زمینداری کے چاروں طرف اپنا جال بچھا دیا ہے۔ چیٹر جیوں کے خاندان میں دو بھائی ہیں۔ اور پانچ بہنیں۔ لڑکیوں کے زیادہ ہونے کا جرمانہ اب تک بھی ادا نہیں ہوا ہے۔ چار بہنوں کی شادی اونچے خاندانوں میں باپ کی عین حیات میں ہی ہو گئی تھی۔ ان کی دولت کی صورت تو ہے۔ اس زمانہ کی اور شہرت ہے پرانے زمانے کی اور دامادوں کو چڑھ دینی پڑی۔ خاندان کی عظمت کی موٹی رقوم سے اور کھوکھلی شہرت کے لمبے پہئے سے اسی وجہ سے نو فیصدی کے ڈورے میں بندھے ہوئے قرض کے پھندے میں بارہ فیصدی کی گانٹھ پڑ گئی۔ چھوٹا بھائی کمر کس کر اٹھا اور بولا۔ "ولایت جا کر بیرسٹر ہو جاؤں۔ روزگار کے بغیر گذارہ نہ ہوگا۔" وہ تو ولایت گیا۔ بڑے بھائی بیرداس کے سر پہ کنبہ کا بوجھ آ پڑا۔ اسی درمیان میں گھوشل اور چیٹر جیوں کے مقدر کے پتنگ میں باہمی کھینچا تانی سے پھر پیچ پڑ گیا۔ واقعات سن لیجیے۔

بڑے بازار کے نن سکھ داس حلوائی نے ان سے بہت قرضہ لینا تھا۔ برابر سود ادا کر رہے تھے۔ کوئی بات نہیں۔ اتنے میں دیوالی کی تعطیلات میں بیرداس کا ہم جماعت امولیہ دھن آدھمکا۔ اپنی ذاتی شان دکھانے کیلئے وہ بڑے اٹرنی آفس کا ہیڈ کلرک

تھا۔ اس چشمہ باز نوجوان نے نور پور کی حالت کا بہت اچھی طرح مطالعہ کیا۔ وہ کلکتہ واپس ہؤا۔ اور رتن سکھ داس نے روپیہ واپس مانگا۔ بولا: "کھانڈ کا نیا کاروبار شروع کیا ہے۔ روپیہ کی سخت ضرورت ہے۔"

بیرداس اپنی تقادیر کو رو دھو کر بیٹھے گئے۔

اس مصیبت کے وقت میں ہی چیٹرجی اور گھوشل ان دو ناموں میں دوسری دفعہ جھگڑا شروع ہو گیا۔ اس سے پہلے ہی سرکار دولتمدار سے مدھوسودھن کو راجہ کا خطاب مل چکا تھا۔ اس کے ہم جماعت امولیہ دھن نے آ کر کہا: "نئے راجہ خوب خوش مزاج ہیں۔ اس موقعہ پہ ان سے چاہے جتنا قرض مل سکتا ہے۔" وہی ہوا چیٹر جیوں کا تمام قرض جمع کر کے گیارہ لاکھ روپیہ سات فیصدی شرح سود پر ہؤا۔ بیرداس کا حوصلہ بڑھ گیا۔

کمُدنی ان کی آخری پسماندہ بہن ہے۔ اسی طرح ان کی دولت بھی آج آخری ..... حالت میں ہے۔ جہیز کا سامان اکٹھا کرنے اور تلاش کرنے کی بابت سوچتے ہی مایوسی چھا جاتی ہے۔ دیکھنے میں وہ خوبصورت ہے۔ لمبی چھریرے بدن کی۔ جیسے سرو کا درخت ہو۔ آنکھیں بڑی بڑی نہ ہونے پر بھی گہری تاریک ہیں۔ اور ناک ایسی گویا پھول کی پنکھڑیوں سے بنی ہو۔ رنگ شنکھ کی طرح چکنا۔ اور گورا ہے۔ خوبصورت سڈول ہاتھ ہیں۔ ان ہاتھوں کی خدمت کا حاصل کرنا کملا کا بروان ہے۔ احسانمند ہو کر قبول کرنا چاہیئے۔ سارے چہرے سے ایک تکلیف دہ حسرت ناک صبر کا جذبہ عیاں تھا۔

کمودنی اپنے لئے خود فکرمند ہے۔ اس کا فیصلہ ہے۔ کہ وہ واقعی بد قسمت ہے۔ وہ جانتی ہے۔ کہ مرد اپنی طاقت سے معاشرتی زندگی اور کنبہ داری کو چلاتے ہیں۔ اور عورتیں دولت کو گھر میں لانے کی موجب بنتی ہیں۔ اپنی قسمت کے زور سے۔ اس سے یہ نہ ہو سکا۔ جب سے وہ سن تمیز کو پہنچی ہے۔ اسی وقت سے وہ چاروں طرف بد قسمتی

کی گناہ آمیز نظروں کو دیکھ رہی ہے۔ اور تمام کنبہ پر اس کے کنوارے پن کے بھاری پتھر کا بوجھ ہے۔ اس کی جتنی زیادہ تکلیف ہے۔ اتنی ہی بے عزتی۔ تقدیر پر رونے دھونے کے علاوہ وہ اور کچھ نہیں کر سکتی۔ تدبیر کا راستہ لڑکیوں کو قدرت نے دکھایا ہی نہیں۔ محض تکلیف برداشت کرنے کی طاقت دی ہے۔ کیا کوئی ناممکن بات ممکن نہیں ہو سکتی۔ کسی دیوتا کا ڈر۔ کسی متمول شخص کی دولت۔ گذشتہ زمانے میں دیئے ہوئے کسی ایک باقی ماندہ قرض کی وصولی۔ کچھ بھی تو ملے۔ کسی کسی دن رات کو بچھونے سے اٹھ کر باغیچہ کے ہلتے ہوئے درختوں کی چوٹی کی طرف تاکتی رہتی ہے۔ دل ہی دل میں کہتی ہے:۔ کہاں ہو میرے آج پیتر، کہاں ہے تمہاری سات راجوں کی دولت، آ کر بچاؤ۔ میرے بھائیوں کو، میں ہمیشہ تمہاری داسی بن کر رہوں گی۔

خاندان کی خرابی کے لئے اپنے آپ کو وہ جتنا ہی قصور وار بناتی ہے۔ اتنا ہی دل کے آب حیات کے برتن کو انڈیل کر بھائیوں کو اپنی محبت دیتی ہے۔ سخت تکلیف سے نچوڑی ہوئی اس کی یہ محبت ہے۔ کمدنی کی طرف اپنا فرض پورا نہ کرنے کی وجہ سے بھائیوں نے بھی اسے بڑی مشکل کے ساتھ محبت سے باندھ رکھا تھا۔ اس کے بغیر ماں باپ کی لڑکی کو خدا نے جس محبت کے حصول سے محروم رکھا ہے۔ بھائی اس کی تکمیل کے لئے ہمیشہ کوشش کرتے رہتے ہیں۔ وہ تو چاند کی چاندنی کا ٹکڑا ہے۔ افلاس کی تاریکی کو اس اکیلی نے روشن بنا رکھا ہے۔ کبھی کبھی جب وہ اپنے آپ کو بدقسمتی کا موجب سمجھ کر دھکارتی ہے۔ تو بھائی بپرداس اسے ہنس کر کہتا ہے:۔ کمدنی تم خود ہی ہم لوگوں کی خوش قسمتی ہو۔ تمہیں حاصل کئے بغیر گھر میں دولت کہاں رہتی ہے؟"

کمدنی نے گھر پر ہی لکھنا پڑھنا سیکھا ہے۔ پرانے اور نئے دونوں وقتوں کے روشن نور میں اس کی رہائش ہے۔ اس کی دنیا دھندلی ہے۔ وہاں حکومت کرتے ہیں۔ پرانے خیالات، شنکھ بجا کر وہاں گرہن کی نظر بد کا اثر زائل کیا جاتا ہے۔ گنڈے، تعویذ باندھ کر

نیک و بد انجام کے فرضی خیال کے مطابق یہاں کا کاروبار چلتا ہے۔

(۴)

تیرداس کے باپ مکندلال بہت بارعب شخص ہیں۔ ان کا جسم لمبا اور خوبصورت ہے گھنگھریالے بال۔ بڑی بڑی آنکھیں، سخت آواز سے جب کسی کو پکارتے ہیں۔ تو نوکروں چاکروں کا کلیجہ دھڑکنے لگتا ہے۔ پہلوانوں کو باقاعدہ ملازم رکھ کر روزانہ کشتی لڑنے کی مشق کراتے ہیں۔ جسم میں طاقت بھی کم نہیں۔ لیکن پھر بھی ان کے نرم جسم سے تھکاوٹ کے آثار ظاہر نہیں ہوتے۔ لباس بھی وہی پرانی وضع کا ہے۔ ڈھاکے کی دھوتی۔ باریک ململ کی قمیص، عطر سے بسی ہوئی ہوا ان کی آمد کی خبر پہلے سے ہی دے دیتی ہے۔ دروازہ کے پاس ہر وقت چپراس والے اردلی کھڑا رہتا ہے۔ وہاں تلوار ہاتھ میں لئے پہرہ دیتے ہیں۔ ڈیوڑھی کی دیوار پر بہت قسم کی ڈھالیں، بانکی تلوار، پرانی بندوقیں، برچھے وغیرہ لٹک رہے ہیں۔

بیٹھک میں مکندلال بیٹھے ہیں۔ گدی پر پیٹھ کے پیچھے مسند رہتا ہے۔ مکان کے ایک دوسرے حصّہ میں ولائتی بیٹھک ہے۔ وہاں اٹھارہویں صدی کا ولایتی اسباب ہے۔ تمام مکان میں ولائتی غالیچہ بچھا ہوا ہے۔

مکندلال میں جو شوقینی ہے۔ وہ اس زمانہ کے ادب قاعدہ کا ایک ضروری جزو ہے۔ وہ شوقین مزاج ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے فیاض اور عیش پرست بھی واقع ہوئے ہیں۔ جہاں وہ رحمدل ہیں۔ وہاں ناجائز باتوں کو دبانے میں پوری سختی سے کام لیتے ہیں۔

پرانے زمانے کے متمول اشخاص کے قاعدہ کے مطابق ان کی زندگی دو حصوں میں منقسم ہے ایک حصّہ میں معاشرتی زندگی اور دوسرے میں ہنسی دل لگی۔ دل لگی والا حصّہ گھر سے باہر رہتا ہے۔ وہاں نوابی زمانہ کا سا محفلی ٹھاٹھ باٹھ ہے۔ دونوں متضاد

مخالف عادتوں کی وجہ سے عورتوں کو بہت کچھ تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے۔

مکند لال کی اہلیہ نند رانی بہت مغرور ہے۔ برداشت کا مادہ اس میں بہت کم ہے۔ مکند لال جب بھی اس سے محبت کے سلسلہ میں یا کسی اور بات میں ناانصافی کا سلوک کرتے تھے۔ تو وہ اسے برداشت نہ کر سکتی تھی۔ اس دفعہ بھی ایسا ہی واقعہ ہوا۔

(۵)

راس لیلا کے وقت خوب چہل پہل نظر آنے لگی۔ کچھ کلکتہ سے اور ڈھاکے سے اس فن کے ماہر مدعو کئے گئے ہیں۔ مکان کے صحن میں کسی دن کرشن لیلا ہوتی۔ اور کسی دن بربھو کیرتن راگ رنگ کی محفلیں گرم ہوتیں۔ طوائف کا ناچ بازار میں ہونے لگتا۔ کیا کیا واہیات باتیں ہو رہی ہیں۔ نند رانی صرف سن سکتی ہے۔ دیکھ نہ سکتی تھی۔ کیونکہ یہ سب کچھ اس کی آنکھوں سے بہت دور ہو رہا تھا۔ اس کے دل میں سب باتیں سنکر بہت غصہ آیا۔ اور غم و افسوس کا کانٹا چبھ گیا۔ مگر پھر بھی مہمانوں کی خاطر تواضع میں کمی نہ ہوئی۔ اس جذبہ کے زیر اثر اندر ہی اندر سب باتوں کو دبائے نند رانی کام کرتی رہی۔

آخر راس لیلا کا پروگرام ختم ہو گیا۔ گیا تو ہر طرف رونق نظر آتی تھی۔ گیا چاروں طرف اداسی چھا گئی۔ مکند لال پھر بھی گھر نہ آئے۔ نند رانی کے لئے اب صبر کرنا مشکل ہو گیا۔ اس نے آخر دیوان جی کو بلایا۔ اور پردے کی آڑ میں سے کہا۔ ان سے کہہ دیجئے گا۔ برندابن والدہ کے پاس مجھے جانا پڑ رہا ہے۔ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں۔

دیوان جی نے کچھ دیر تک سر پہ ہاتھ پھیر کر نرم آواز میں کہا۔ مالک صاحب سے کہہ کر جانا ہی ٹھیک تھا۔ وہ آج کل میں ہی آ جائیں گے۔ خبر آ گئی ہے۔

"نہیں اب دیر نہیں کر سکتی"

نند رانی کو خبر مل گئی تھی۔ کہ آج کل میں ہی آنے والے ہیں۔ اسی لئے وہ جلدی جانے کے لئے بے تاب ہو رہی تھی۔ آخر پالکی میں سوار ہو کر نند رانی چل پڑی۔ جس سڑک سے

پالکی جا رہی تھی۔ وہاں سے کھیتوں کے اس پار ندی دکھائی دیتی تھی۔ جس میں ایک بجرے کے اندر مکند لال جی عیش و عشرت میں مصروف تھے۔ نندرانی نے بجرا دیکھا۔ اس نے دیکھا۔ چھت پر گوپی ہرکارہ بیٹھا ہے۔ اس کی پگڑی کا تمغہ سورج کی روشنی سے چمک رہا ہے۔ نندرانی نے زور سے پالکی کا دروازہ بند کر لیا۔ کلیجہ پر گویا پتھر سا لگا۔

(٦)

آخر مکند لال جی گھر پہنچے۔ اس وقت انہیں بہت افسوس ہو رہا تھا۔ اب دل ہی دل میں انہوں نے عہد کیا کہ آئندہ کبھی بھی ایسا نہ کرینگے۔ ان کے بکھرے ہوئے بال لال لال آنکھیں اور خشک چہرے کو دیکھ کر کسی کو بھی ہمت نہ ہوئی۔ کہ مالکن کے چلے جانے کی خبر دے۔ مکند لال بھی ڈرتے ڈرتے اندر پہنچے۔ بڑی بہو معاف کر دو قصور ہو گیا ہے۔ اب کبھی ایسا نہ ہو گا۔ یہ بات دل ہی دل میں کہتے ہوئے سونے کے کمرے کے دروازے کے پاس جا کر ٹھٹک گئے۔ پھر آہستہ آہستہ اندر گئے۔ دل ہی دل میں فیصلہ کیا تھا کہ نندرانی جو بچھونے پر پڑی ہو گی۔ اس کے بالکل پاؤں کے پاس جا بیٹھیں گے۔ لیکن انہوں نے جا کر دیکھا۔ کہ وہ سنسان پڑا ہے۔ چھاتی دھڑکنے لگی۔ اگر سونے کے کمرے میں نندرانی کو بچھونے پر دیکھ لیتے تو فوراً سمجھ جاتے کہ قصور معاف کرنے کے لئے بہو رانی آدھا راستہ آگے بڑھ آئی ہے۔ لیکن جب دیکھا۔ کہ بڑی بہو سونے کے کمرے میں نہیں ہے۔ تو مکند لال جی سمجھ گئے۔ کہ آج کا کفارہ لمبا ہو گا۔ اور سخت شدید۔

کمرے سے باہر نکل کر دیکھا۔ کہ پیاری مہری برآمدے کے ایک کونے میں گھونگھٹ کھینچے کھڑی ہے۔ "پوچھا تیری بڑی بہو جی کہاں ہے۔"

"وہ اپنی ماں کو دیکھنے پر سول برندابن گئی ہے۔" اس نے کہا۔

گویا وہ سمجھ نہ سکے۔ گلا بھر آیا پھر پوچھا۔ "کہاں گئی ہیں؟"

برندابن۔ ماں جی بیمار ہیں۔"

مکند لال پہلے تو برآمدے کی ریلنگ تھام کر کھڑے ہو گئے پھر تیزی سے باہر کی بیٹھک میں اکیلے جاکر بیٹھ گئے۔ منہ سے کچھ بھی نہ بولے۔ کسی کو پاس جانے کی ہمت بھی نہ ہوئی۔

دیوان جی نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ تو والدہ صاحبہ کو بلانے کے لئے آدمی بھیجدوں؟

کچھ جواب نہ دیا۔ صرف انگلی ہلاکر منع کر دیا۔

دیوان جی کے چلے جانے کے بعد رادھو خانساماں کو بلاکر کہا۔ "برانڈی لے آؤ۔"

سب حیران رہ گئے۔ زلزلہ جب زمین کے پیٹ سے سر ہلاکر اٹھتا ہے۔ تو جیسا اسے دبا رکھنے کی کوشش فضول ہے۔ کوئی چارہ کارگر نہ ہوتے ہوئے اس کے نقصانات سب برداشت ہی کرنے پڑتے ہیں۔

دن رات برانڈی اڑنے لگی۔ کھانا پینا تو قریباً بالکل ہی بند ہو گیا۔ ایک تو پہلے سے ہی طبیعت خراب رہتی تھی۔ پھر یہ زبردست بے قاعدگی ہونے لگی۔ بس دیگر خرابیوں کے ساتھ خون کی تے بھی آنے لگی۔ کلکتہ سے ڈاکٹر آیا۔ رات دن سر پر برف رکھی جانے لگی۔ کسی کو دیکھتے ہی مکند لال کو گویا وہم ہو جاتا۔ کہ سارے گھر نے ان کے برخلاف سازش کیوں کی۔ ان لوگوں نے اسے جانے کیوں دیا۔

اگر اس وقت کوئی ان کے پاس جا سکتا تھا۔ تو وہ ننھی کمرنی تھی۔ مکند لال اس کے منہ کی طرف دیکھتے رہتے۔ کبھی کبھی اس کے ماتھے کو چھاتی سے لگاکر چپ چاپ آنکھیں بند کر کے پڑے رہتے۔

ادھر برندابن کو تار دیا گیا ہے۔ ماں صاحبہ کل ہی آ جائیں۔ مگر سنا گیا ہے۔ کہ راستہ میں کہیں ریل کی پٹڑی ٹوٹ گئی ہے۔

(۷)

خون کی تے کچھ عرصہ بند رہی۔ رات کے تین بجے سے پھر شروع ہو گئی۔ مکند لال جی

بچھو نے پر چار طرف ہاتھ پھیر کر اپنی خون آلودہ زبان سے بولے:"بڑی بہو گھر میں بڑا اندھیرا ہے۔ اب بھی چراغ نہیں جلاؤ گی۔"

بجرے سے واپس آنے کے بعد مکند لال نے اپنی بیوی کے لئے یہی پہلا اور آخری جملہ کہا۔ برندابن سے لوٹ کر نند رانی جب گھر کے دروازے کے پاس آئی۔ تو بے ہوش ہو کر گر گئی۔ اسے اٹھا کر بستر پر لٹایا گیا۔ گھر میں اسے اب کچھ بھی اچھا نہ لگا۔ آنکھوں کے آنسو اب بالکل خشک ہو گئے۔ لڑکے لڑکیوں سے بھی ڈھارس نہ ملی۔ گورو جی نے آکر شاستر کے شلوک سنائے۔ منہ پھیر لیا۔ کشیما دور کے رشتہ میں نند لگتی تھی۔ آنچل سے آنسو پونچھتی ہوئی بولی "جو ہونا تھا سو ہو چکا۔ اب گھر کی طرف دیکھو۔ وہ تو جاتے وقت کہہ گئے ہیں۔ بڑی بہو گھر میں کیا چراغ نہ جلاؤ گی۔

نند رانی بستر سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ دور کی طرف دیکھ کر بولی "جاؤں گی دیا جلانے جاؤں گی۔ اس دفعہ دیر نہ ہو گی۔ کہتے کہتے اس کا زرد رنگ والا چہرہ سرخ ہو گیا گویا ہاتھ میں چراغ لئے ابھی جا رہی ہو۔

نند رانی نے ماتھے پر سیندور لگایا۔ لال بنارسی ساڑھی پہنی۔ گھر کی طرف بغیر دیکھے منہ میں ہنسی لئے چلی گئی۔

(۸)

والد کی وفات کے بعد ہرپاس نے دیکھا۔ کہ جس درخت پر ان کا سہارا ہے۔ اسکی جڑ کیڑے کھا گئے ہیں۔ روپیہ، دولت، زمین جائداد قرض کی دلدل میں گھڑی گھڑی نیچے کو دھنس رہی ہے۔ طرز رہائش کو سادہ اور مختصر بنانے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔ کمدنی کی شادی کے بارہ میں بھی ہر گھڑی سوال اٹھا کرتا ہے۔ جواب دیتے ہوئے زبان رکتی ہے۔ آخرکار نور پور سے بستر بوریا اٹھا کر کلکتہ میں باغ بازار کی طرف ایک مکان میں رہنے لگے۔

کمدنی کا یہاں آکر جی نہ لگا۔ تو ہیرداس اس کو بُلا کر کہنے لگے: "کیوں کمدنی جی نہیں لگتا؟"

کمدنی ہنس کر کہنے لگی۔ "نہیں بھیا جی لگتا تو ہے"

"چلو تمہیں عجائب گھر دکھنے۔"

"ہاں چلوں گی۔"

یہ بات اس نے اتنے زور اور جوش سے کہی۔ کہ ہیرداس اگر سمجھدار ہوتے تو سمجھ سکتے۔ کہ اس کی یہ بات قدرتی نہیں تھی۔ عجائب گھر نہ جانا پڑے۔ تو اس کی جان بچے، باہر کے آدمیوں کی بھیڑ میں نکلنے کی مشق نہ ہونے سے غل غپاڑہ سے وہ بچنا چاہتی تھی۔

ہیرداس نے اسے شطرنج کھیلنا سکھایا۔ وہ خود بہت اچھے کھلاڑی تھے۔ باقاعدہ کھیلنے سے کمدنی کو ایسی اچھی مشق ہو گئی۔ کہ ہیرداس کو اب اس کے ساتھ ہوشیاری سے کھیلنا پڑتا تھا۔ سنسکرت علم ادب سے ہیرداس کو بہت محبت ہے۔ کمدنی نے دل لگا کر ان سے صرف نحو سیکھی۔ ہیرداس کو فوٹو لینے کا شوق تھا۔ کمدنی نے یہ بھی سیکھ لیا ایک تصویر اتارتا تو دوسرا تیار کرتا۔

جس کسی فن میں بھی اس کے بھائی کو مہارت تھی یا شوق تھا۔ کمدنی نے ان سب کو سیکھنے کی کوشش کی۔ بھائی سے اسراج، سیکھ کر آخر کار اس کا ہاتھ ایسا صاف ہو گیا۔ کہ بھیا بھی کہنے لگے: "میں نے ہار مان لی۔"

بچپن سے ہی جس بھائی سے وہ سب سے زیادہ محبت کرتی آئی ہے۔ کلکتہ میں آکر انہیں ہی سب سے قریب پایا۔ کلکتہ یہ اتنا فائدہ مند ثابت ہوا۔ باپ کی عین حیات میں ہی ہیرداس کی شادی تقریباً قریباً طے ہو چکی تھی۔ مگر شادی سے پہلے ہی لڑکی بخار سے مر گئی۔ تب کہیں اور بات چیت ہونے لگی۔

اسی درمیان میں ان کے والد کی موت واقع ہو گئی۔ اس کے بعد ہیرداس کے گھر

شادی کے متعلق بات چیت کرنے کا مناسب وقت نہ آیا۔

(۹)

سوبودھ کی چٹھی ولایت سے پہلے برابر وقت پر آتی تھی۔ اب درمیان میں ناغہ بھی ہو جاتا ہے۔ کمدنی ڈاک کے لئے بے تابی سے انتظار کرتی رہتی ہے۔ نوکر نے اس دفعہ چٹھی لاکر اسی کے ہاتھ میں دی۔ بیپر داس آئینے کے سامنے کھڑے داڑھی بنا رہے تھے۔ کمدنی دوڑی آئی۔ اور بولی "بھیا، چھوٹے بھیا کی چٹھی۔"

داڑھی بنا لینے کے بعد آرام کرسی پر بیٹھ کر بیپر داس نے ذرا کچھ ڈرتے ڈرتے چٹھی کھولی۔ پڑھ لینے کے بعد چٹھی کو دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھ کر ایسے ڈھنگ سے دبایا۔ جیسے انہیں کوئی شدید تکلیف ہوئی ہو۔

کمدنی کا دل دہل گیا۔ پوچھنے لگی: "چھوٹے بھائی کی طبیعت خراب تو نہیں ہے؟"

"نہیں وہ اچھی طرح سے ہے۔"

"چٹھی میں کیا لکھا ہے، بتا دو بھیا۔"

"وہی پڑھنے لکھنے کی بات۔"

کچھ دنوں سے بیپر داس کمدنی کو سبودھ کی چٹھی نہیں دکھانے کی کوئی کوئی حصہ پڑھ کر سنا دیتے ہیں۔ اس دفعہ ایسا بھی نہیں کیا۔ کمدنی کو چٹھی مانگنے کی بھی ہمت نہ ہوئی۔ اس کا دل تڑپنے لگا۔

سبودھ پہلے پہل عقل سے خرچ کرتا تھا۔ گھر کی تنگی کی بات تب تک دل میں تازہ تھی۔ مگر جوں جوں وہ دھندلی ہوتی گئی۔ خرچ بھی بڑھتا گیا۔ کہتا ہے۔ اونچے شائل پر رہے بنا وہاں کی معزز سوسائٹی میں نہیں پہنچا جا سکتا۔ اور وہاں تک نہ پہنچیں تو ولایت آنا ہی فضول ہوتا ہے۔

بیپر داس کو لاچار ہو کر دو ایک دفعہ ضرورت سے زیادہ روپے بھیجنے پڑے

ہیں۔ وہ بھی تار کے ذریعہ۔ اس دفعہ فرمائش آئی ہے۔ ڈیڑھ سو پونڈ کی ضروری کام ہے۔ ہیرداس نے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ کہاں سے لاؤں۔ جسم کا خون پانی ایک کرکے کمدنی کی شادی کے لئے روپیہ اکٹھا کر رہا ہوں۔ آخر یہ انہیں روپیوں پر چوٹ پڑے گی۔ سبودھ کے بیرسٹر ہونے سے کیا فائدہ ہوگا۔ اگر کمدنی کے مستقبل کو خاک میں ملا کر اس کی قیمت ادا کرنی پڑی۔

اس روز رات کے وقت ہیرداس برآمدے میں ٹہل رہے تھے۔ انہیں معلوم نہیں تھا۔ کہ کمدنی کی آنکھوں میں بھی نیند نہیں۔ جب کمدنی سے برداشت نہ ہو سکا۔ تو وہ دوڑی۔ اور ہیرداس کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگی "سچ سچ بات بتاؤ بھیا۔ چھوٹے بھیا کو کیا ہوا ہے۔ تمہارے پاؤں پڑتی ہوں۔ مجھ سے پوشیدہ نہ رکھو۔"

ہیرداس نے سمجھا۔ کہ چھپانے سے کمدنی کا شک اور زیادہ بڑھ جائے گا۔ ذرا چپ رہ کر بولے۔ سبودھ نے روپے منگائے ہیں۔ اتنے روپے دینے کی میرے اندر طاقت نہیں۔

کمدنی نے ہیرداس کا ہاتھ تھام کر کہا۔ بھیا ایک بات کہتی ہوں۔ غصہ تو نہ کرو گے۔ بولو۔"

"غصہ کرنے کی کیا بات ہے۔ بتا تو سہی۔"

"نہیں بھیا ہنسی کی بات نہیں میری بات سنو۔ ماں کے زیور تو میرے لئے ہیں۔ انہیں سے گر......"

"چپ چپ۔ تیرے زیوروں کو کیا ہم لوگ ہاتھ لگا سکتے ہیں۔"

"میں تو لگا سکتی ہوں۔"

"نہیں تو بھی نہیں لگا سکتی۔ رہنے دو یہ بات۔ جا اب سونے کے لئے جا۔"

ہیرداس نے خط کے جواب میں لکھا۔ روپے بھیجنے کے لئے کمدنی کے جہیز کے

روپوں کو استعمال کرنا پڑے گا۔ اور یہ ناممکن ہے۔"

وقت پر جواب آگیا۔ سبودھ نے لکھا ہے۔ کمدنی کے جہیز کے روپوں کی اسے ضرورت نہیں۔ جائداد میں سے اس کا آدھا حصّہ فروخت کر کے روپے بھیجے جائیں۔ ساتھ ہی پاور آف اٹارنی بھی بھیج دی ہے۔

یہ خط بپرداس کے سینے میں تیر کی طرح لگا۔ ایسا سخت سبودھ نے لکھا کیسے؟ اسی وقت بوڑھے دیوان جی کو بلا بھیجا۔ پوچھا:۔ "بھوشن رائے کریم ہٹی تعلقہ کو پٹہ پر لینا چاہتا تھا۔ کتنا روپیہ دینا چاہتا ہے۔"

دیوان جی نے کہا:۔ "بیس ہزار تک دے سکتا ہے۔"

"بھوشن رائے کو بلا بھیجو۔ میں بات چیت کرنا چاہتا ہوں۔"

بپرداس اپنے خاندان کے سب سے بڑے لڑکے ہیں۔ ان کی پیدائش پر انکے دادا یہ تعلقہ انہیں علیحدہ طور پر دے گئے ہیں۔ دیوان جی کو بپرداس کے منہ پر جواب دینے کی ہمت نہ پڑی۔ پیچھے چپکے سے کمدنی کو جا کر کہا:۔ "جی جی بڑے بابو تمہاری بات مانتے ہیں۔ انہیں منع کر دو۔ یہ بے انصافی ہو رہی ہے۔"

نہانا کھانا ہو چکنے کے بعد جب بپرداس حقّہ کی نے ہاتھ میں لئے چارپائی پر پاؤں پھیلا کر تکیہ کے سہارے بیٹھے، تب کمدنی نے ان کے سرہانے کے پاس بیٹھ کر کہا:۔ "بھیّا تم اپنے تعلقے کا پٹہ نہیں دینے پاؤ گے۔"

"تیرے سر پر نواب سراج الدولہ کا بھوت تو سوار نہیں ہو گیا۔ سب ہی باتوں میں ظلم....."

"نہ بھیّا۔ بات کو مت دباؤ۔"

تب بپرداس سے نہ رہا گیا۔ سیدھے ہو کر اٹھ کر بیٹھ گئے۔ کمدنی کو سرہانے کے پاس سے ہٹا کر سامنے بٹھایا۔ روندھے ہوئے گلے کو صاف کرنے کے لئے ذرا کھانس

کر بولے "سبودھ نے کیا لکھا ہے۔ جانتی ہے۔ یہ دیکھو۔"

اتنا کہہ کر کرتے کی جیب سے سبودھ کی چٹھی نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دی۔ کمدنی نے پوری چٹھی پڑھ کر دونوں ہاتھوں سے منہ ڈھانپ کر کہا: "میا ری۔ چھوٹے بھیا سے ایسی چٹھی لکھی کیسے گئی ہو گی۔"

بپرداس بولے: "جب وہ آج اپنی اور میری... جائداد میں فرق دیکھ رہا ہے۔ تب میں جائداد کیا الگ رکھ سکتا ہوں۔ آج اس کے باپ نہیں ہے۔ آفت مصیبت کے وقت اسے میں نہ دوں گا تو اور کون دے گا۔"

اس کے بعد کمدنی کوئی بات نہ کہہ سکی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔

بپرداس نے پھر تکیہ کا سہارا لے کر آنکھیں بند کر لیں۔

(۱۰)

آسمان ابر آلود ہے۔ بپرداس کی طبیعت اچھی نہیں اسلئے لیٹے ہوئے اخبار پڑھ رہے ہیں۔ اتنے میں ایک حجام آپہنچا۔

"نمسکار۔"

"کون ہو تم؟"

"جی! بڑے مالک صاحب مجھ کو خوب جانتے تھے۔ آپ اس وقت چھوٹے سے تھے۔ میرا نام ہے نیلمی حجام۔ مرحوم گنگامنی حجام کا لڑکا ہوں میں۔"

"کیا کام ہے؟"

"اچھا ورل رہا ہے۔ آپ کے ہی گھر کے لائق ہے۔"

بپرداس ذرا سنبھل کر بیٹھ گئے۔ حجام نے راجہ بہادر مدھوسودھن گھوشل کا نام لیا۔

بپرداس نے حیران ہو کر پوچھا۔ "ان کے لڑکا ہے کیا؟"

حجام نے دانتوں تلے زبان دبا کر کہا۔ نہیں تو ابھی انہوں نے شادی ہی نہیں کی۔ بڑی بھاری دولت ہے۔ کام کاج بھی خود دیکھنا چھوڑ دیا ہے۔ اب گرہست کی طرف توجہ دی ہے۔"

بیرداس کچھ دیر بیٹھے بیٹھے حقّے کے کش لیتے رہے۔ اس کے بعد یکایک ذرا زور سے بول اٹھے۔ "عمر میں مقابلہ ہو ایسی کوئی لڑکی ہمارے ہاں نہیں ہے۔"

حجام جہاں‌دیدہ آسانی سے پیچھا چھوڑنے والے نہ تھے۔ ور کی امارت کی عظمت کتنی بڑی ہے۔ اور گورنر صاحب کے دربار میں ان کی آمد و رفت ہے۔ طرح طرح کے طریقوں سے اس کی وضاحت کرنے لگے۔

بیرداس پھر حیرانی کی حالت میں بیٹھے رہے۔ پھر غیر ضروری غصّہ کے ساتھ کہہ اٹھے۔ "عمر میں میلان نہیں ہوگا۔"

حجام نے کہا۔ "سوچ لیجیے۔ دو چار دن کے بعد پھر آؤں گا۔"

بیرداس لمبا سانس لے کر پھر لیٹ گئے۔

دوسری دفعہ بیرداس کی بیٹھک میں حجام صاحب پھر تشریف لائے۔ چٹکی بجا کر شو شو، کہتے ہوئے بوڑھے نے زور سے جمائی لی۔ اس دفعہ انکار کر کے بات کو وہیں ختم کر دینے کی بیرداس کو ہمّت نہ ہوئی۔ سوچا اتنی بڑی ذمہ داری لوں کس طرح ہم کیسے فیصلہ کر دوں۔ کہ کمدنی کے لیے یہ رشتہ سب سے اچھا نہیں۔ "پرسوں پختہ جواب دیں گے"۔ کہہ کر حجام کو....."

(۱۱)

رات کی تاریکی بادلوں اور بارش کی وجہ سے بہت گہری ہو رہی ہے۔ کمدنی کمرے میں بیٹھی ہے۔ بیرداس کے پاؤں کی آہٹ سن کر کمدنی چونک اٹھی۔ اور بھیا کو دیکھ کر بولی۔ "چراغ جلا دوں بھیا!"

"نہیں کمد ضرورت نہیں"۔ کہہ کر بپر داس صندوق پر کمدنی کی بغل میں جا بیٹھے۔ کمدنی جلدی سے اتر کر نیچے فرش پر بیٹھ گئی۔ آہستہ آہستہ بھیا کے پاؤں پر ہاتھ پھیرنے لگی۔

بپرداس نے نرم لہجہ میں کہا۔ "بیٹھک میں آدمی آئے ہوئے تھے۔ اسی لئے تجھے نہیں بلایا۔ اب تک اکیلی ہی بیٹھی رہی۔"

کمدنی نے شرماتے ہوئے کہا۔ "نہیں تو کشیا بوا بہت دیر تک بیٹھی رہی تھیں۔" بات کو گھما دینے کے لئے کہا۔ "بیٹھک میں کون آئے تھے بھیا؟"

"یہی تو میں تجھے کہنے آیا ہوں۔ اس سال جیٹھ کے مہینے میں تو اٹھارہ سال پورے کر کے انیسویں میں داخل ہوئی ہے کیوں؟"

"ہاں بھیا! اس میں کوئی خرابی ہوئی ہے۔"

"خرابی کی بات نہیں۔ آج تیلینی حجام آیا تھا۔ شرمانا مت، بابوجی جب موجود تھے۔ تو تیری عمر دس سال کی تھی۔ تب تیری شادی پختہ ہو گئی تھی۔ اگرچہ ہو جاتی تو تمہاری رائے کی کوئی پرواہ نہ کرتا۔ لیکن اب تو مجھ سے ایسا نہیں ہو سکتا۔ راجہ مدھوسودھن گھوشل کا نام تم نے سنا ہی ہوگا۔ خاندان کے لحاظ سے بھی وہ بہت اچھے ہیں۔ مگر عمر میں تجھ سے بہت فرق ہے۔ میں تو راجہ نہیں ہو سکا ہوں۔ اب تیرے منہ سے ایک لفظ سننا چاہتا ہوں۔ پھر صاف صاف کہہ دوں گا۔ شرم نہ کرنا کمُو۔" "نہیں شرماؤں گی نہیں"۔ کہہ کر کمُد کچھ دیر تو چپ رہی۔ پھر بولی "جن کی بات تم کہہ رہے ہو۔ ان کے ساتھ تو میرا سمبندھ ٹھیک ہو ہی چکا ہے۔" یہ اس حجام کی بات کے ہی الفاظ تھے۔ جو نہ معلوم کب اس کے دل کی گہرائی میں پہنچ کر اٹک گئے تھے۔

بپرداس بڑی حیرانی میں پڑ گئے بولے۔ "کیسے کمد ٹھیک کیسے ہو گیا؟"

کمد چپ چاپ بیٹھی رہی۔

بپرداس نے اس کے ماتھے پر ہاتھ پھیر کر کہا۔ "لڑکپن مت کرو کمُد۔"

کمُدنی بولی۔ تم نہیں سمجھو گے بھیا۔ مَیں ذرا بھی لڑکپن نہیں کر رہی ہوں۔

ہیر داس نے کہا۔ تم نے تو انہیں دیکھا بھی نہیں۔"

"نہ سہی۔ مگر مَیں نے تو ٹھیک معلوم کر لیا ہے۔"

ہیر داس نے پھر ایک دفعہ کہا۔ دیکھو کمد۔ زندگی بھر کے معاملے کو فوراً کسی وقتی جذبہ کے زیر اثر عہد کی شکل میں طے نہ کرنا چاہیئے۔"

کمُدنی نے کچھ گھبرا کر کہا۔ خیال نہیں ہے۔ بھائی۔ مَیں تمہارے پاؤں چھو کر کہتی ہوں۔ اور کسی سے شادی نہیں کر سکتی۔"

ہیر داس نے سمجھ لیا۔ کہ کسی روحانی اشارہ نے کمُدنی کے دل میں جگہ بنائی ہے۔ بات سچ ہے۔ پڑوسی کے مکان میں سُنا جیا کی آرتی کا گھڑیال بج اٹھا۔ کمدنی نے ہاتھ جوڑ کر پرنام کیا۔ ہیر داس بہت دیر تک بیٹھے رہے۔ پل پل میں بجلی چمک اٹھتی تھی۔ خوب بارش ہو رہی تھی۔

(۱۴)

ہیر داس نے پھر بھی کئی بار کمدنی کو سمجھانے کی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کوشش کی۔ لیکن وہ کچھ جواب نہ دے کر سر جھکائے آنچل کو ٹھیک کرتی رہی۔ آخر شادی پختہ ہو گئی۔ صرف ایک معاملے پر دونوں طرف سے بات چیت جاری رہی۔ کہ شادی کہاں ہو۔ ہیر داس کی خواہش ہے۔ کہ کلکتہ میں ہو۔ مدھوسودن کی زبردست ضد ہے۔ نور پور کے لئے آخر لڑکے والوں کی بات رہی۔

جیسا کہ جیٹھ کی سخت دھوپ کے بعد ہاڑ کی بارش ہونے پر جیسے زمین دیکھتے دیکھتے ہری بھری ہو جاتی ہے۔ اسی طرح کمدنی کے اندر اور باہر ویسی ہی نئی زندگی کا رنگ چڑھ گیا۔ اپنے ہونے والے خاوند کے ساتھ ملاقات کی راحت نے اسے دن رات بے چین کر رکھا ہے۔ رات کو بچھونے پر بیٹھ کر وہ پرنام کرتی ہے۔ صبح اٹھتے ہی پھر پرنام

کرتی ہے۔ کیسے کرتی ہے۔ یہ صاف طور پر معلوم نہیں۔ وہ تو بے غرضانہ عقیدت کا خود بخود نمایاں جذبہ ہے۔

ایک دن ایک قریب کے محلّے کی بڑھیا کُمُدنی کے سامنے ہی کہہ اٹھی:-

"ہماری کمُد کا نصیبہ تو دیکھو۔ کیا راجہ ور ملا ہے۔"

اور کئی لڑکیاں اس بوڑھیا کو گھیر کر بیٹھ گئیں۔ اور پوچھنے لگیں:۔ "دولہا کو تو پہچانتی ہے کیا۔"

"اور نہیں۔ اس کی ماں تو ہمارے محلّے کی ہی لڑکی تھی۔ سچی بات کہنے میں کیا برائی اچھے برہمنوں کے گھر تو ان لوگوں کا رشتہ ناطہ ہو ہی نہیں سکتا۔"

کمُدنی کا دل نئے زمانے کے سانچے میں نہیں ڈھلا تھا۔ خاندان کی پاکیزگی اس کی نظر میں بڑی اہم اور قدرتی چیز تھی۔ اس لئے دل جتنا تنگ نظر بنتا۔ اتنا ہی اسے چغلخوروں پر غصہ آتا۔ بعض اوقات گھر سے روتی ہوئی باہر چلی جاتی۔ تو سکھیاں چھیڑتیں:- "ابھی سے اتنی تکلیف۔"

بپرداس کا رحجان طبیعت نئے زمانے کا ہے۔ اس لئے خاندان کی پستی کے خیال نے ان پر قابو پالیا۔ اسی لئے اس افواہ کو دبانے کے لئے بہت کوشش کی گئی۔ مگر بوسیدہ تکیے کی روئی دبانے سے اور بھی نکلنے لگتی ہے۔ یہاں بھی وہی حالت ہوئی۔

(۱۳)

گھوشل تالاب کے کنارے کا جنگل صاف ہو گیا۔ اب تو پہچانا بھی نہیں جاتا۔ گھوشل کمپنی کے آدمیوں نے پوری پوری تیاری شروع کردی۔ بپرداس نے ان کے ایک آدمی کو بلا کر کہا۔ یہ کام کیا مناسب ہو رہا ہے۔ جنگل تو ہم ہی صاف کرا سکتے تھے۔"

نوکر نے جواب دیا۔ "راجہ بہادر کے آباؤ اجداد یہاں رہتے تھے۔ اسی لئے خیال ہوا کہ خود ہی اسے صاف کروادیں۔

بات ناموزوں نہ تھی۔ لیکن رعایا کہنے لگی۔ یہ ہمارے مالک صاحب پر دُعب جمانے کی کوشش کی گئی ہے۔ رعایا میں سے ایک نے آکر ہیر داس سے کہا۔

"حضور! ان کے مقابلے میں ہم پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔ جو خرچ ہوگا۔ ہم سب ملکر کرینگے"
چھ آنے کے حقہ دار نوگوپال نے آکر کہا۔ "خاندان کی بے عزتی برداشت نہیں ہوتی"
اتنا کہہ کر نوگوپال اپنے آپ ہی منتظم بن بیٹھے۔

ایک دن ہیر داس بھٹی کی جگہ تجویز کرنے اندر گئے دیکھا تو پیچھے کے تالاب کے گھاٹ پر کمُدنی پیچھے کی سیڑھیوں پر بیٹھی ہے۔ سر جھکائے پانی کی طرف دیکھ رہی ہے۔ بھائی کو دیکھ کر وہ فوراً اٹھ کر آگئی۔ اور رُندھے ہوئے گلے کے ساتھ بولی۔ بھیّا کچھ سمجھ میں نہیں آتا" کہہ کر آنچل سے منہ ڈھانپ کر رونے لگی۔

بھائی نے آہستہ آہستہ پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "لوگوں کی باتوں پر مت دھیان دو بہن!"

"مگر وہ لوگ یہ سب کیا کر رہے ہیں۔ اس سے کیا عزت رہے گی"

"ان کی طرف کے خیالات کو بھی سوچ لے بہن! اپنے باپ دادا کی جنم بھومی میں آرہے ہیں۔ کیا دھوم دھام نہیں کریں گے۔ اس خیال کو شادی سے علیحدہ کر کے سوچو"
کمُدنی چپ ہو گئی۔

ہیر داس سے نہ رہا گیا۔ جان پر کھیل کر بولے "تمہارے دل میں اگر ذرا بھی کھٹکا ہو تو بول اب بھی شادی رُک سکتی ہے"

کمُدنی نے تیزی سے سر ہلا کر کہا۔ "چھی چھی۔ ایسا بھی کہیں ہوتا ہے"

ہیر داس نے سمجھ لیا۔ کہ اب ان کا کچھ کہنا فضول ہے۔ ابھی سے وہ دل ہی دل میں زور سے جاپ کرنے لگی ہے۔ "اچھے ہیں یا بُرے، وہ ہی میرے جیون ادھار ہیں۔"

(۱۴)

بیرداس نے نوگوپال کو بُلا کر کہا۔" بنو۔ فضول دکھاوے بازی کے کام کرنا تو اوچھے آدمیوں کی باتیں ہیں۔"

نوگوپال نے کہا۔ پرماتما نے جھوٹی جھاڑ کر ہی اتنے زیادہ آدمی بنا ڈالے ہیں۔ چار مُنہ صرف بڑی بڑی باتیں بنانے کے لئے ہی ہیں۔ روپے میں ساڑھے پندرہ آنے آدمی اوچھے ہیں۔ ان سے عزّت کی حفاظت کرنی ہو تو اوچھوں کا ہی راستہ اختیار کرنا پڑیگا۔

بیرداس نے کہا۔" اس میں بھی تم نہ جیت سکوگے۔ اس سے بہتر یہ ہوگا۔ کہ سادہ طریقہ سے کام کیا جائے۔ یہی اچھا رہے گا۔ کسی قابل برہمن پنڈت کو بُلا کر اپنے عقیدے کے مطابق انوشٹھان کرایا جائے۔ راجہ ہو گئے ہیں۔ کرنے دو انہیں ظاہری باتیں ہم برہمن ہیں۔ نیک کام ہمارے ہیں۔

نوگوپال نے کہا۔" بھائی صاحب آپ بھولتے ہیں۔ یہ ست یگ نہیں ہے۔ پانی کی ناؤ چلانا چاہتے ہو۔ کیچڑ کے اوپر سے، تم چپ رہنا۔ تمہیں کچھ بھی فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔"

نوگوپال رعایا کے لوگوں سے مل کر کمر باندھ کر کام میں مصروف ہو گیا شادی میں صرف دس دن باقی ہیں۔ اتنے میں لوگوں کے منہ سے معلوم ہوا کہ راجہ صاحب آرہے ہیں۔ نگر پڑی۔ کیا کرنا چاہیئے۔ مدھو سودھن نے انہیں کوئی اطلاع نہیں دی ہے۔ ایسی حالت میں خود ہی اپنی طرف سے سٹیشن پر جاکر ان کا استقبال کیا ٹھیک ہوگا۔

بیرداس کسی سے کچھ کہے بغیر ہی گھوڑے پر سوار ہو کر سٹیشن پر چل دیئے۔ گاڑی بھی آگئی۔ تقریباً پانچ بجے ہوں گے۔ سیلون سے راجہ صاحب نوکروں چاکروں رشتہ داروں اور افسروں کے ساتھ اترے۔ بیرداس کو دیکھ کر خشک مختصر سلام کرکے بولے:۔

"اُفوہ... آپ نے کیوں تکلیف کی؟"

بیرداس :- آپ بھی خوب ہیں پہلے پہل ہمارے ملک میں آنا ہؤا ہے۔ استقبال کے لیئے بھی نہ آنا۔"

راجہ۔ آپ بھولتے ہیں۔ آپ کے ملک میں ابھی نہیں آیا۔ وہ آنا ہوگا شادی کے روز"

بیرداس نے سمجھ لیا۔ کہ موقعہ مناسب نہیں۔ پھر بھی ایک دفعہ کہا:۔ کھانے پینے کی چیزیں رسوئی کی ناؤ۔ سب کچھ تیار ہے۔"

" کیوں خواہ مخواہ اتنی تکلیف کی۔ کسی چیز کی ضرورت نہ ہوگی۔ دیکھیئے میں آیا ہوں۔ اپنے بزرگوں کے وطن میں، شادی کے روز آپ کے ہاں جانے کی بات ہے۔"

بیرداس نے سمجھ لیا۔ کہ اب نرم ہونے کی کوئی اُمید نہیں۔ کلیجے کے اندر نشتر سا چبھ گیا۔ ویٹنگ روم میں جاکر آرام کرسی پر لیٹ گیئے۔ پھر کافی رات گئے گھر پہنچے۔ اسی دن راستے میں سردی لگ کر بیرداس کو کھانسی شروع ہوگئی۔ آہستہ آہستہ بڑھتی ہی گئی۔ آخر کمدنی نے بڑی مشکل سے کہہ سُن کر اُنہیں بچھونے پر سُلایا۔

(۱۵)

شادی کے روز راجہ صاحب کا حکم ہے۔ کہ لڑکی والوں کے گھر جانے کے راستے میں دھوم دھام قطعی بند رہے۔ روشنی نہ ہوئی۔ باجے بھی نہ بجے۔ ساتھ صرف پروہت جی تھے۔ اور دو بھاٹ۔ پالکی میں بیٹھ کر چپکے سے کب بارات آگئی۔ لوگوں کو یہ معلوم بھی نہ ہؤا۔ ادھر بڑے بھاری سائبان کے نیچے روشنی بینڈ باجے کے ساتھ بڑی شان وشوکت سے باراتی لوگ بھوجن اور راگ رنگ میں مصروف ہیں۔ نوگوپال سمجھ گیئے۔ یہ اس کا اُلٹا جواب ہے۔ ایسے موقعوں پر لڑکی والوں کی طرف سے بڑی منت سماجت سے لڑکے والوں کو منایا جاتا ہے۔ نوگوپال نے کچھ بھی نہ کہا۔ ایک بار منہ سے پوچھا تک نہیں کہ باراتی کہاں رہ گیئے۔

کمُدنی سج دھج کر دولہا منڈپ میں جانے سے پہلے بھائی کو پرنام کرنے آئی۔ اس کا

تمام جسم کانپ رہا تھا۔ بیر داس کو اس وقت ایک سو پانچ ڈگری بخار تھا۔ چھاتی اور پیٹھ پر رائی اور سرسوں کا لیپ لگا ہوا تھا۔ ان کے پاؤں پر سر رکھ کر کمدنی سے نہ رہا گیا۔ بسک سسک کر رونے لگی۔ کیشا بوا نے ہاتھ سے اس کا منہ دبا کر کہا۔ "ایسے نہیں رویا کرتے۔" بیر داس نے ذرا اٹھ کر کمدنی کو ہاتھ سے پکڑ کر پاس بٹھایا۔ پھر اس کے منہ کی طرف کچھ دیر تک دیکھتے رہے۔ دونوں آنکھوں سے آنسو ڈھلک کر گرنے لگے۔ کیشا بوا نے کہا "وقت تو ہو چلا۔"

بیر داس نے کمد کے سر پہ ہاتھ رکھ کر بھرائی ہوئی آواز میں کہا "پرماتما کلمیان کریں"۔ کہنے کے بعد فوراً ہی بچھونے پر لیٹ گئے۔

شادی کے وقت شروع سے آخیر تک کمدنی کی آنکھوں سے آنسو گرتے رہے ور کے ہاتھ پر جب ہاتھ رکھا۔ تب اس کے ہاتھ برف جیسے ٹھنڈے اور تھر تھر کانپ رہے تھے۔ نیک ساعت میں کیا اس نے خاوند کا منہ دیکھا ہے۔ شاید نہیں دیکھا۔ ان لوگوں کے سلوک سے اس کا دل خاوند سے کچھ خوف زدہ سا ہو گیا۔ چڑیا کو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا اس کے لئے گھونسلہ نہیں بلکہ جال ہے۔

مدھوسودھن دیکھنے میں بدصورت نہیں ہے۔ مگر ہے بہت سخت کالے منہ پر نظر ڈالتے ہی جو چیز سب سے پہلے دکھائی دیتی ہے۔ وہ ہے چڑیا کی چونچ جیسی بڑی بانکی ناک حبشیوں کی طرح روکھے سیاہ بال۔ خوب گٹھیلا اور چست بدن ہے۔ جتنی عمر ہے۔ اس سے کم ہی معلوم ہوتی ہے۔ صرف دونوں کانوں کے اوپر کے بال کچھ کچھ سفید ہیں۔ قد میں چھوٹا ہے۔ کھڑا ہونے پر سر کمدنی کے برابر رہتا ہے۔ سر سے پاؤں تک ہر وقت جیسے کوئی عہد منصوبے باندھ کر بیٹھا ہو۔ گویا قسمت کا فرشتہ توپ سے کوئی گولہ نکال کر ایک ہی رفتار سے اڑا جا رہا ہو۔

شادی اس طریقہ پر ہوئی۔ کہ تمام لوگوں کو ہی بُری معلوم دی۔ لڑکے والوں اور لڑکی والوں

کی پہلی ہی ملاقات سے ایک ایسی بے سُری جھنکار اٹھی۔ کہ اس میں شادی کی سب خوشی گویا ڈوب گئی۔

ماں کی موت کے بعد بسپرداس کی خدمت ہی کمدنی کا اوّلین فرض تھا۔ گھر کا سب کام کاج۔ سازو سامان کمدنی کے ہی ہاتھ میں تھا۔ ہر چیز کی صفائی اور مناسب جگہ پر ترتیب سے رکھنا اس کے ہی سپرد تھا۔ کمدنی نے وداع ہونے سے پہلے بھائی کی جو خدمت کی اس میں اس کی طرف سے بہ سخت کوشش جاری رہی۔ کہ اس کے فلکر کا حس انکے دل پر نہ پڑے۔

کمدنی کے اسراج، سجانے کی ہوشیاری پر بسپرداس کو بڑا ناز تھا۔ دونوں ہنسی خوشی اپنی زندگی گذار رہے تھے۔

بسپرداس کا بخار کھانسی۔ چھاتی کا درد دور نہ ہوا۔ بلکہ بڑھنے لگا۔ ڈاکٹر کہتا انفلوائنزا ہے۔ ممکن ہے۔ نمونیہ ہو جائے۔ خوب احتیاط سے رہنا چاہیئے۔

کمدنی کے غم کا ٹھکانا نہیں ہے۔ ادھر مدھوسودھن نے فوراً ہی چلنے کی تیاریاں کرلیں۔ کمدنی کی دلی تکلیف کے لئے اسکے دل میں کوئی جگہ ہی نہیں تھی گویا۔

بسپرداس ساری رات تڑپتے رہے ہیں۔ رات کے وقت بخار چڑھے ہوئے ہی وداہ منڈپ میں جانے کو تیار ہو گئے تھے۔ ڈاکٹر نے بڑی مشکل سے انہیں سنبھال رکھا۔ برابر آدمی بھیج کر خبر لیتے رہے۔ یہ خبریں لڑائی کی خبروں کی طرح زیادہ تر جھوٹی ہوتی تھیں۔ بسپرداس نے پوچھا۔" بارات کب آئی۔ باجے گاجے تو سنائی ہی نہیں دیئے۔

خبر دینیوالے نے کہا۔" داماد بڑے سمجھدار ہیں۔ آپ بیمار ہیں۔ یہ سن کر سب کچھ بند کر دیا۔ باراتیوں کے پاؤں کی آہٹ تک سنائی نہ دی۔"

" کیوں رے شبّو:۔ کھانے پینے کے سب انتظامات تو ٹھیک تھے کسی کو شکایت تو نہیں ہوئی۔ "

"خوب خوب! بہت سی چیزیں تو پھینکنی پڑیں۔ اگر اتنے ہی اور آ جاتے
تب بھی پورا پڑ جاتا۔

"وہ لوگ خوش ہوئے یا نہیں؟"

"ایک بھی شکایت کسی کے منہ سے نہیں سنی گئی۔ ذرا بھی نہیں۔ اور بھی تو اتنے
بیاہ دیکھے۔ باراتیوں کی زیادتیوں کے مارے لڑکی والوں کا ناک میں دم آ جاتا ہے۔
یہ لوگ ایسے بھلے مانس نکلے کہ کچھ معلوم ہی نہ دیا۔۔"

کمد نی کل شام کو ہی سمجھ گئی تھی۔ کہ بیماری زیادہ بڑھ رہی ہے۔ پھر بھی وہ
بھائی کی خدمت نہ کر سکے گی۔ یہ تکلیف ہر وقت اس کے دل کے اندر جال میں
پھنسی ہوئی چڑیا کی طرح پھڑ پھڑانے لگی۔

کمدنی لوچا کر کے بھائی کے کمرے میں گئی۔ اور ان کے پلنگ کے پاس جا
کر اپنے دونوں ٹھنڈے ہاتھوں میں بھائی کے خشک گرم ہاتھ اٹھا کر رکھ لئے۔ بپر
داس کے دل کے اندر ہی اندر کسی خاص غم کی لہر بہ رہی تھی۔ اس لئے بغیر کسی سلسلہ
کے ان کے منہ سے نکل گیا "بہن! اصل میں کچھ بھی نہیں ہے۔ کون بڑا ہے کون چھوٹا۔
کون اوپر ہے۔ کون نیچے۔ یہ سب بنائی ہوئی باتیں ہیں۔ جھاگ کے اندر بلبلوں کیلئے
کہاں جگہ ہے۔ خود ہی نیک بن کر رہنا۔ کوئی تجھے نہ مار سکے گا۔"

"مجھے آشیرواد دو بھیا" کہہ کر کمد نے دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ ڈھانپ کر رونا
چھپا لیا۔"

بپر داس تکیئے کے سہارے ذرا اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور کمد کا سر اپنی طرف کھینچ کر اس
کی پیشانی چوم لی۔ اور کہا۔ اب سے ہم لوگوں کی زیادہ فکر نہ کرنا۔ جہاں جا رہی ہو۔ وہاں
لکشمی کا آسن گھیرے رہنا یہی میری دلی دعا ہے"

بھائی کے پاؤں کے پاس کمد سر رکھ کر پڑی رہی۔ ڈاکٹر نے آ کر کہا بہن اب وقت

ہو گیا۔ انہیں آرام کرنے دو۔

گمُدنی مجھ ڈالا اپنی آنکھوں سے آنسوؤں کو پونچھنے لگی۔ اور کمرے سے نکلکر دروازے کے باہر جو چوکی پڑی تھی۔ اس پر بیٹھ کر اور منہ ڈھانپ کر رونے لگی۔

(۱۶)

وداع ہونے کے وقت خاوند بیوی پرنام کرنے آئے۔ مدھوسودن نے اخلاق سے کہا "سچ مچ آپ کی طبیعت تو اچھی نہیں لگتی۔"

بپرداس نے کچھ جواب نہ دیکر کہا "بھگوان تم دونوں کا کلیان کریں۔"

"بھیا اپنے جسم کا ذرا خیال رکھنا" کہکر کمد پھر بپرداس کے پاؤں پر سر رکھ کر رونے لگی۔

ڈھول بشنکھ۔ باجے وغیرہ نے مل کر گویا شور و غل کا طوفان مچا دیا۔ آخر دولھا دُلھن وداع ہو گئے۔

پوجا وغیرہ میں بپرداس کو دلچسپی نہ تھی۔ پھر بھی آج ہاتھ جوڑ کر دل ہی دل میں پرارتھنا کرنے لگے۔

یکایک چونک کر بول اٹھے۔ "ڈاکٹر بلا نا ذرا دیوان جی کو۔"

بپرداس کو ایک بات یاد آگئی۔ شادی سے پہلے جب وہ سبودھ کو روپے بھیجنے کے بارہ میں فکرمند تھے۔ تو ایک مفلس آدمی نے ہاتھ جوڑ کر نمسکار کرتے ہوئے کہا تھا "بڑے بابو جی پہچانا مجھے۔"

بپرداس نے ذرا غور سے دیکھ کر کہا "ارے سکینڈ تم یہاں کیسے۔"

بپرداس بچپن میں جس سکول میں پڑھتے تھے۔ اس سکول کے متصل ایک گھر میں سکینڈ سکول کی کتابیں۔ کاپیاں۔ پنسلیں، قلمیں۔ چاقو اور اس کے ساتھ پڑیوں میں باندھ کر چینی اور بادام فروخت کیا کرتا تھا۔ دنیا بھر کے عجیب و غریب ہنسانے والے قصے اسے یاد تھے۔

بیرداس نے پوچھا: تمہاری ایسی حالت کیوں ہوگئی۔"

کئی سال ہوئے بیکنٹھ نے اپنی لڑکی ایک امیر گھرانے میں بارہ سو روپے جہیز میں دینے کے وعدہ پر بیاہی تھی۔ ایک ساتھ سب روپے ادا نہ کر سکا تھا۔ سب کچھ فرد خت کر کے بھی ابھی اڑھائی سو روپے دینے باقی تھے۔ لڑکے والے لڑکی کو تنگ کرنے لگے۔ جب روپے ملنے کی امید نہ رہی۔ تو بیچاری تنگ ہو کر باپ کے گھر بھاگ آئی۔ اڑھائی سو روپے بقایا ادا کرنے پر لڑکی کی جان بچ سکتی ہے۔

بیرداس اُداس ہنسی ہنسے۔ کافی امداد دینے کی بات وہ اس دن سوچ ہی نہ سکتے تھے۔ صندوق میں سے تھیلی جھاڑ کر ایک دس روپیہ کا نوٹ اس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔ اور بھی دو چار جگہ کوشش کر دیکھو۔ اس وقت میری طاقت سے باہر ہے۔"

بیکنٹھ کو اس بات پر بالکل یقین نہ ہوا۔ پاؤں گھسیٹتا ہوا چلا گیا۔ جوتے کی آہٹ بہت ہی افسوس ناک تھی۔

اس دن کی یہ بات بیرداس کو آج یاد آگئی۔ اور دیوان جی کو بلا کر حکم دیا۔ بیکنٹھ کو آج ہی اڑھائی سو روپیہ بھیج دو۔"

دیوان جی چپ چاپ سر کھجلانے لگے۔ شادی میں روپیہ خوب خرچ ہوا تھا۔ اس وقت اڑھائی سو روپے کی رقم بہت بڑی ہے۔

دیوان جی کے خیالات کا جائزہ لیتے ہوئے بیرداس نے انگلی سے ہیرے کی انگوٹھی نکال کر کہا۔ چھوٹے بابو کے نام سے بنک میں جو روپے جمع کروائے ہیں۔ ان میں سے اڑھائی سو روپے لے لو۔ اس کے بدلے میری انگوٹھی گروی رہی۔ بیکنٹھ کو روپے کمند کے نام سے بھیجے جائیں۔ اچھا!"

---

(۱۷)

دولہا دولہن گاڑی پر سوار ہوئے۔ مدھوسودھن کلکتہ سے جو بینڈ باجہ لائے تھے۔ اس نے اونچی آواز میں ناچ کی گت بجانی شروع کی۔ ایک بڑے شامیانے کے نیچے بگیہ دھوم کی تیاریاں ہونے لگیں۔ انگریز اور مہمان وغیرہ کچھ تو گدی دار چوکیوں پر بیٹھے رہے۔ اور کچھ پاس جھک جھک کر دیکھنے لگے۔ یہیں ان کے لئے چائے بسکٹ بھی آ گئے۔ انوسٹھان ختم ہونے پر یہ لوگ مبارک بادیں دینے لگے۔ کمدنی منہ لال کئے۔ سر جھکائے کھڑی رہی۔

انہیں مدھوسودھن کو کمدنی نے اپنے بھائی اور دیگر رشتہ داروں سے سلوک کرتے دیکھا ہے۔ آج ان کو انگریز دوستوں میں دیکھا۔ بہت ہی شرافت ہے۔ بہت منکسر المزاج ہیں۔ اس کا سلوک انگریزوں سے نہایت نرم ہے۔ مگر وہ جمی ہوئی برف کی طرح سخت ہیں۔

سیلون گاڑی میں انگریز دوستوں کے ساتھ مدھوسودھن ہیں! اور دوسرے ریزرو ڈبے میں عورتوں کے ساتھ کمدنی۔ ان میں سے کوئی اس کا ہاتھ پکڑ کر دبا دیتی ہے۔ کوئی ٹھوڑی اٹھا کر اس کی خوبصورتی کو دیکھنے لگتی ہے۔ کوئی کہتی لمبی ہے۔ کوئی کہتی دبلی ہے۔

عورتوں کے ڈبے میں پلیٹ فارم کے مقابل کی طرف کھڑکیاں کھلی تھیں۔ کمدنی اسی طرف دیکھتی ہوئی کوشش کرنے لگی۔ کہ ان کی باتیں اس کے کانوں میں نہ پڑیں۔ ان میں سے ایک موٹی تازی کالی لڑکی۔ بڑی بڑی آنکھیں تھیں جس کی کمدنی کے ہم عمر ہوگی۔ اس کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ اور چپکے سے بولی: "دل نہیں لگتا کیوں بہن؟ ان لوگوں کی باتوں پر دھیان نہ دینا۔ دو چار دن تک اسی طرح ہنسی مخول، بول چال ہوتی رہے گی۔ پھر گلے کے نیچے زہر اتر جانے پر سب ٹھنڈی ہو جائیں گی!" یہ عورت کمدنی کی دیہاتی دیورانی ہے۔ نوبین

کی بیوی۔ نام ہے۔ نستارنی۔ اسے سب موتی کی ماں کہا کہتے ہیں۔

موتی کی ماں نے ذکر چھیڑا۔ جس دن میں نور پور آئی، سٹیشن پر تمہارے بڑے بھائی کو دیکھا تھا۔

کمدنی چونک اٹھی۔ اس کے بھائی سٹیشن پر استقبال کے لئے گئے تھے۔ ماں نے یہ خبر پہلے پہل ابھی سنی۔

"آہا۔ کیا اچھا نیم تھا۔ ایسا کبھی میں نے آنکھوں سے نہیں دیکھا۔"

ایک منٹ میں کمدنی کا دل پگھل گیا۔ منہ ٹیڑھا کر کے کھڑکی کی طرف دیکھتی رہی۔ باہر کا میدان، جنگل، آسمان سب کچھ آنسوؤں کی بھاپ سے دھندلا دکھائی دینے لگا۔

موتی کی ماں کو سمجھنے میں دیر نہ لگی۔ کہ کس جگہ کمدنی کے درد ہے۔ اسی لئے گھما پھرا کر وہ اس کے بھائی کی ہی باتیں کرنے لگی۔ پوچھا "بھیا کا بیاہ ہو گیا ہے کیا؟"

کمدنی نے کہا "نہیں تو۔"

موتی کی ماں بول اٹھی۔ "ارے کہنی کیا ہو۔ دیوتا کی طرح گورا رنگ۔ اور ابھی تک گھر خالی ہے۔ کس خوش قسمت کے لئے ہے وہ ورنہ۔"

کمدنی سوچ رہی تھی۔ بھیا گئے تھے۔ سارا غرور چھوڑ کر صرف میرے ہی لئے۔ اسکے بعد یہ لوگ ذرا دیکھتے بھی تو نہیں گئے انہیں۔ فضول افسوس کے ساتھ بار بار وہ دل میں کہنے لگی۔ بھیا کیوں سٹیشن پر گئے۔ کیوں اپنے کو چھوٹا بنایا میرے لئے میں مر کیوں نہ گئی۔

جب بات ہو چکی ہے۔ اب واپس نہیں ہو سکتی۔ اس پر اس کا من ہر دھننے لگا۔ بار بار یاد آنے لگا۔ بیماری سے گھبرایا ہوا چہرہ، دعا سے بھری ہوئی وہ سنجیدہ آنکھیں۔"

(۱۸)

ریل گاڑی جب ہوڑہ سٹیشن پر پہنچی۔ تو تقریباً چار بجے تھے۔ چادر اور ڈوپٹے میں گٹھ جوڑ دے دلہا دلہن جا کر دوسری گاڑی میں بیٹھ گئے۔ مدھوسودھن کے لئے کمدنی ایک نئی

ایجاد ہے۔ صنفِ نازک سے صحیح تعارف حاصل کرنے کا موقعہ اب تک مدھوسودھن کو نہ ملا تھا۔ اب مدھوسودھن نے شادی کے بعد پہلے پہل کمدنی کو دیکھا۔ ایک خوبصورتی جو معلوم دیتی تھی۔ کہ قدرت کا عطیہ ہے۔ دنیا کے معمولی واقعات سے کہیں زیادہ اہم اور بڑھ کر ہے۔

کیا کہہ کر بات چیت شروع کریں۔ یہ سوچتے سوچتے مدھوسودھن پوچھ بیٹھا "ادھر سے دھوپ آرہی ہے کیوں ؟"

کمدنی نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔ مدھوسودھن نے دائیں طرف کا پردہ کھینچ دیا۔

کچھ دیر پھر سناٹا رہا۔ پھر وہ خواہ مخواہ بول اٹھا۔ "سردی تو نہیں لگتی ؟" کہتے ہوئے جواب کا انتظار نہ کر کے سامنے کی سیٹ پر سے ولائتی کمبل کھینچ کر کمد کے اور اپنے گھٹنوں پر ڈال کر بیٹھ گیا۔ چونک کر کمدنی کمبل کو ہٹانا ہی چاہتی تھی۔ کہ اتنے میں اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ گدی کے ایک کنارے سے سمٹ کر بیٹھ گئی۔

کچھ وقت اسی طرح گذر گیا۔ اتنے میں اتفاقاً کمد کے ہاتھوں پر مدھوسودھن کی نظر پڑی۔ .... دیکھوں ..... دیکھوں کہتے ہوئے اس کا بائیں ہاتھ اپنی طرف کھینچکر بولا۔ "تمہاری انگلی میں یہ انگوٹھی کس چیز کی ہے۔ یہ تو نیلم معلوم ہوتا ہے۔"

کمدنی پھر بھی خاموش رہی۔

"دیکھو! نیلم مجھے اچھا نہیں لگتا۔ اسے تمہیں چھوڑنا ہوگا۔"

کسی وقت مدھوسودھن نے نیلم خریدا تھا۔ اسی سال اس کے مال کا ایک جہاز ہوڑہ پل سے ٹکرا کر ڈوب گیا تھا۔ اسی وقت سے نیلم کو وہ منحوس سمجھتا تھا۔ کمدنی نے آہستہ سے ہاتھ چھڑانا چاہا۔ لیکن مدھوسودھن نے نہیں چھوڑا بولا۔ "اسے میں نکال لیتا ہوں۔"

کمدنی چونک پڑی۔ بولی۔ "نہیں رہنے دو۔ ایک بار شطرنج کے کھیل میں جیت گئی تھی۔ بھیا نے مجھے اپنے ہاتھ کی انگوٹھی اتار کر انعام میں دے دی تھی۔" مدھوسودھن نے

اپنی انگلی سے ایک قیمتی ہیرے کی انگوٹھی اتارتے ہوئے ہنستے ہنستے کہا۔ "ڈرو مت اسکے بدلے ایک اور انگوٹھی تمہیں پہنا دیتا ہوں۔ کمدنی سے اب نہ رہا گیا۔ ذرا کوشش کر کے ہاتھ چھڑا لیا۔ مدھوسودھن خشک گلے سے زور لگا کر بولا "سنتی ہو یہ انگوٹھی تمہیں اتارنی ہی پڑے گی۔"

کمُدنی سر جھکائے چپ چاپ بیٹھی رہی۔ چہرے پر سرخی دوڑ گئی۔

مدھوسودھن نے پھر کہا "سنتی ہو۔ میں کہتا ہوں۔ اسے اتار دینا ٹھیک ہے۔ لاؤ۔ مجھے دو" کہتے ہوئے اس کا ہاتھ اپنی طرف کھینچنا چاہا۔

کمُدنی نے ہاتھ ہٹا کر کہا "میں اتار لیتی ہوں"۔ اور انگوٹھی اتار لی۔"

"دو اِسے مجھے دو۔"

"اسے میں ہی رکھ دوں گی۔"

"رکھنے سے فائدہ"۔ مدھوسودھن نے کرخت لہجہ میں کہا "سوچتی ہو یہ بڑی قیمتی چیز ہے۔ اسے تم کسی طرح بھی نہیں پہن سکتی ہو۔ میں کہے دیتا ہوں۔"

کمُدنی نے کہا "میں نہیں پہنوں گی ——— کہتے ہوئے اس نے اپنے موتی کے بٹوے میں انگوٹھی رکھ لی۔

بھائی نے یہ انگوٹھی کمدنی کو دی ہے۔ اس کی حالت اچھی نہیں، بھائی کے پریم کی وجہ سے یہ اسے دینا نہیں چاہتی۔ یہ سوچکر مدھوسودھن نے انگوٹھی کی بات فی الحال ملتوی کر دی۔ خوب صورتی کے ساتھ ہی ساتھ کمُدنی کی قدر ایک اور وجہ سے بھی بڑھ گئی۔ نور پور میں رہتے ہوئے ٹھیک شادی کے دن مدھوسودھن کو تار ملی تھی۔ کہ جو کام اس سال کیا ہے۔ اس میں قریباً بیس لاکھ کا منافع ہوا ہے۔ اب شک باقی نہ رہا۔ کہ یہ نئی بہو کی خوش قسمتی کا ہی نتیجہ ہے۔ اسی وجہ سے کمدنی کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر اندر ہی اندر اسے اس بات کا اطمینان تھا۔ کہ آئندہ منافع کی ایک جیتی جاگتی قسمت کی دیوی اُسند لئے گھر لوٹ رہا ہوں۔"

(۱۹)

مدھوسودھن جب کلکتہ رہنے آیا تھا۔ تو پہلے پہل اس نے ایک پرانا مکان خریدا تھا جو اس وقت اندرونی محل کہلاتا ہے۔ اس کے بعد اسی کے سامنے کلکتہ کے لئے فیشن کا ایک بڑا بھاری بھون اس کے ساتھ ہی تعمیر کروا دیا تھا۔ یہ بیٹھک ہے۔

گو یہ دونوں محل ملحقہ ہیں۔ مگر پھر بھی علیحدہ علیحدہ معلوم ہوتے ہیں۔ باہر والے محل میں ہر جگہ سنگ مرمر کا فرش ہے۔ اس پر ولایتی غالیچے ہیں۔ دیواروں پہ رنگین کاغذ لگے ہوئے ہیں۔ جن پر طرح طرح کی تصویریں لٹک رہی ہیں۔ انکے علاوہ دیواروں پر کہیں چینی کے برتن ہیں۔ تو کہیں مرادآبادی پیتل کے تھال، کہیں جاپانی پنکھے ہیں۔ تو کہیں تبت کے چنور۔ غرضیکہ بے سلسلہ و بے ترتیب اشیا کا ایک اجتماع ہے،،

ان کے علاوہ مخمل یا ریشم سے مڑھی ہوئی کرسیوں اور صوفوں کی بھرمار ہے۔ شیشے کی الماریوں میں انگریزی کتابیں ہیں۔ ایک میز پر کئی البم رکھے ہوئے ہیں۔

اندرونی محل کی پہلی منزل کے کمروں میں اندھیرا رہتا ہے۔ ٹھنڈک بھی کافی ہے۔ صحن میں بہت سا کوڑا کرکٹ ہے۔ یہیں پانی کا نل ہے۔ اوپر کے برآمدے سے عورتوں کی ساڑھیاں نیچے تک لٹکتی رہتی ہیں۔ برآمدے کی دیواروں پر جگہ جگہ پان کی پیک کے نہ مٹنے والے داغ لگ رہے ہیں۔ صحن کے پیچھے والے چبوترے کے پیچھے رسوئی گھر ہے۔ رسوئی گھر کے باہر تھوڑی سی زمین چار دیواری سے گھری ہوئی ہے۔ جس کے ایک کونہ میں جلے ہوئے کوئلے۔ چولھے کی راکھ، پھوٹے ہوئے گملے ٹوٹی ہوئی ٹوکریوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ دوسرے کونے میں گائے بچھڑے بندھے آس پاس گوبر جما ہوا ہے،،

زنان خانے میں تیسری منزل پر کمدنی کے سونے کا کمرہ ہے۔ لکڑی کا بڑا بھاری پلنگ ہے۔ فریم پر جالی دار مسہری ہے جس میں ریشم کی جھالر ہے۔ ایک طرف دیوار سے

لگی ہوئی کپڑے رکھنے کی درازدار الماری ہے۔ اس پر آئینہ لگا ہوا ہے۔ پاؤڈر کا ڈبہ چاندی کی بڑھیا کنگھی، عطر، خوشبودار تیل۔ سنگار کا سب سامان موجود ہے۔ ایکطرف لکھنے کی میز ہے۔ جس پر قیمتی پتھر کا قلمدان اور کٹے ہوئے کاغذ رکھے ہوئے ہیں۔ درمیان میں چھوٹی چھوٹی میزیں پڑی ہیں۔ جن پر چائے پی جاتی ہے۔ تاش بھی کھیل سکتے ہیں۔

رسومات ختم ہونے پر لانگو کمدنی اس کمرے میں پہنچی۔ اسے موتی کی ماں یہاں تک لائی تھی۔ وہ اس کے ساتھ آج رات کو سوئے گی۔ یہ فیصلہ ہو چکا ہے۔ لڑکیوں کا ایک اور جھنڈ بھی ساتھ آ رہا ہے۔ انکا ہنسی مذاق ختم ہونے میں نہیں آتا۔

موتی کی ماں لڑکیوں کو وداع کر کے کمدنی کو چند لمحوں کے لئے اکیلی چھوڑ کر ساتھ والے کمرے میں کسی کام سے گئی۔ تو ادھیڑ عمر کی سڈول جسم والی ایک خوبصورت ودھوا نے کمرے میں آکر کمدنی سے کہا "موتی کی ماں نے تمہیں چھٹی دیدی۔ وہ تو کسی کو پاس ہی نہیں آنے دیتی۔ گویا ہم نقب زنی کے ہتھیار اٹھائے پھرتی ہیں۔ میں تمہاری جیٹھانی ہوں شیام سندری، تمہارے دولہا میرے دیور لگتے ہیں۔ سچ کہنا بہن! ہمارے بوڑھے دیور تمہیں پسند ہیں؟"

کمدنی دنگ رہ گئی۔ کیا جواب دے کچھ سمجھ میں نہ آیا۔

شیاما کہنے لگی "سمجھ گئی۔ پر اب کیا ہوتا ہے۔ پسند ہوں یا نہیں۔ جب سات پھیرے ہو گئے۔ تو اکیس پھیرے الٹے لگانے پر بھی یہ گانٹھ نہیں کھل سکتی۔"

کمدنی نے کہا "یہ کیا کہہ رہی ہو جیجی؟"

شیاما نے جواب دیا "کیوں سچی بات کہتے ہیں کیا خرابی ہو جاتی ہے بہن!"

... چہرہ دیکھنے سے کیا معلوم نہیں ہوتا۔ بڑے سخت آدمی سے پالا پڑا ہے بہو۔ سمجھ بوجھ کر چلنا۔ اتنے میں موتی کی ماں کو اندر آتے دیکھکر بول اٹھی۔ ڈرو مت ڈرو مت۔۔ میں نے سوچا۔ تم نہیں ہو۔ اسی موقعہ پر ذرا اپنی نئی دلہن کو تو دیکھ آؤں۔ یہ کہہ کر وہ چلی گئی۔

شیام سندری نے کمدنی کے دل میں ایک بڑی تلخ حقیقت بیدار کر دی خاوند کی عمر یا صورت کے بارہ میں ابتک کمدنی نے کوئی فکر ہی نہیں کی تھی۔ عموماً جس محبت کو لیکر آدمی اور عورت کی شادی ہوتی ہے۔ جس میں صورت، اوصاف، جسم دل سب کچھ ملا ہؤا ہو۔ اسی کی ضرورت ہے۔ یہ بات کمدنی نے کبھی سوچی ہی نہیں پسند کر کے خاوند حاصل کرنے کی بات کو وہ دبا دینا چاہتی ہے۔

اسی وقت پھولدار کوٹ اور زری دار دھوتی پہنے ایک چھ سات سال کا لڑکا کمرہ میں داخل ہوتے ہی کمدنی کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا۔ بڑی بڑی مست کر دینے والی آنکھوں سے کمدنی کے منہ کیطرف دیکھکر اس نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ "تائی جی!"

کمدنی نے اسے اپنی آغوش میں لیتے ہوئے کہا۔ "کیوں بیٹا! تمہارا نام کیا ہے؟"

لڑکے نے بڑی شان سے کہا۔ "شری موتی لال گھوشل"

سب ہی اسے "ہابلو" کہہ کر پکارا کرتے ہیں۔ اس وقت کمدنی کا دل پکے ہوئے پھوڑے کی طرح ٹیس مار رہا تھا۔ اس بچے کو چھاتی سے لگا کر گویا وہ زندہ ہو گئی۔ یکایک ایسا معلوم ہوا۔ کہ اتنے دن سے مندر میں جن گوپال جی کو پھول چڑھاتی آئی ہے۔ اس بچہ کی شکل میں وہ ہی اس کی گود میں آ بیٹھے ہیں۔ ٹھیک جس وقت وہ انہیں بلا رہی تھی۔ اس تکلیف کے وقت ہی آ کر انہوں نے کہا۔ یہ دیکھ میں ہوں تو سہی تیری تسکین! موتی کے گول گول رخساروں کو تھپک کر کمدنی نے کہا۔ "گوپال پھول لو گے۔"

اتنے میں بغل کے کمرے سے لڑکے کی آواز سن کر موتی کی ماں دوڑی آئی اور بولی۔ "کیوں رے لنگور تو یہاں بھی آ گیا۔"

کمدنی نے ہابلو کو اپنے بائیں ہاتھ سے گھیر کر کہا۔ "نہیں نہیں رہنے دو۔" "نہ بہن بہت رات ہو گئی۔ اب اسے سونے دو" یہ کہہ کر موتی کی ماں اسے سلانے کے لئے لے گئی۔

(۲۰)

دوسرے دن صبح ہی کمدنی کو بھائی کا تار مل گیا"۔ بھگوان تجھے آشیرواد دیں"۔ اس تار کو اس نے اپنی کرتی کے اندر چھاتی کے پاس رکھ لیا۔ لیکن بھائی نے اپنی طبیعت کا حال کیوں نہیں لکھا۔ تو کیا بیماری بڑھ گئی ہے۔ بھائی کا سب حال ہر لمحہ جیسے سامنے تھا۔ آج اس کیلئے سب بند ہے۔ آج سہاگ رات ہے۔ آدمیوں اور عورتوں سے گھر میں گویا میلا سا لگا ہوا ہے۔ سونے کے کمرے کے پاس ہی نہانے کا کمرہ ہے۔ ذرا موقعہ پاکر کمدنی نہانے کے کمرے میں گھس گئی۔ اور اندر سے دروازہ بند کر لیا۔

ڈاکٹروں کا کہنا ہے۔ کہ بپرداس کا انفلوئنزا لمونیہ میں تبدیل ہو گیا ہے۔ تو گوپال اکیلے ہی کلکتہ آئے۔ سہاگ رات کی سوغات بھیجنے کا انتظام کرنے خوب دھام دھام کے ساتھ سوغات بھیجی گئی۔

کمدنی نئے کپڑوں اور زیورات سے لاد دی گئی جن کے ساتھ ہنسی دل لگی کا رشتہ تھا۔ وہ بھی ختم ہو گئی۔ ٹھیک نو بجے حکم کے مطابق محفل ختم ہو گئی۔ کمدنی کا دل کانپنے لگا۔ ٹھنڈے ہاتھوں سے پسینہ آ رہا ہے۔ منہ کا رنگ پھیکا پڑ گیا ہے۔ کمرے سے باہر نکلتے ہی موتی کی ماں کا ہاتھ تھام کر بولی۔

"مجھے تھوڑی کیلئے کہیں کنارے لے چلو۔ دس منٹ کیلئے مجھے اکیلی رہنے دو۔"

موتی کی ماں جھٹ پٹ اسے اپنے سونے کے کمرے میں لے آئی۔ اور باہر سے دروازہ بند کر دیا۔

دس منٹ گذرے، پندرہ گذرے آدمی آیا۔ دولہا سونے کے کمرے میں پہنچ گیا۔ دلھن کہاں ہے۔ موتی کی ماں نے کہا۔ اتنی جلدی کیوں کرتے ہو بہو گہنے کپڑے نہ اتارے؟ — موتی کی ماں اپنی طاقت کے مطابق اسے وقت دینا چاہتی ہے۔ آخر جب دیکھا کہ اب بیٹھ نہ جائے گی۔ تو دروازہ کھول دیا۔ دیکھا تو بہو زمین پر

بے ہوش پڑی ہے،،
شور و غل مچ گیا۔ اٹھ کر سہارے سے بستر پر لٹائی گئی۔ کوئی پانی کے چھینٹے مارنے لگا۔ تو کوئی پنکھا کرنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد جب اُسے ہوش آیا۔ تو وہ سمجھ نہ سکی۔ کہ وہ کہاں پر ہے۔ وہ پکار اٹھی بھیّا۔
موتی کی ماں نے جلدی سے اس کے مُنہ کے پاس اپنا مُنہ لیجا کر کہا:۔ ڈرو مت بیٹی میں ہوں۔ تو سہی۔ اسکا منہ گود میں اٹھا کر چھاتی سے چپٹا لیا۔ کمدنی آہستہ سے اٹھی۔ موتی کی ماں نے اُسے مدھوسودھن کے کمرے تک پہنچا کر پوچھا۔ اب بھی ڈر لگتا ہے بیٹی؟
کمدنی نے ہاتھ کی مٹھیاں ذرا کڑی کر کے ہنستے ہوئے کہا۔ نہیں تو مجھے نہیں لگتا۔"

(۲۱)

اتنے میں شیام سندری ہانپتی ہوئی آئی اور مدھوسودھن سے بولی۔
" بہو بے ہوش ہو گئی ہے۔" مدھوسودھن کے دل پر سخت چوٹ لگی۔ بولا:۔
کیوں اسے کیا ہو گیا۔"
" یہ تو نہیں کہہ سکتی۔ وہ تو بھیّا بھیّا کر کے باؤلی ہو رہی ہے۔ ہاں تو تم ذرا دیکھنے چلیئے نہ۔"
" کیا ہو گا۔ میں تو اس کا بھیّا نہیں ہوں نہ۔"
خواہ منخواہ کا غصّہ کرتے ہو دیور جی۔ یہ سب بڑے گھر کی لڑکیاں ہیں۔ ذرا دیر سے قابو میں آئیں گی۔"
روز روز وہ بے ہوش ہو اور میں اس کے سر پہ حکیمی تیل کی مالش کیا کروں۔ کیوں اس لئے تو میں اسے بیاہ کر نہیں لایا۔
شیام سندری نے رحم کی وجہ سے پاس آکر اور ہاتھ تھام کر کہا۔" دیور جی ایسی طبیعت خراب مت کرو۔"

شیاما میں اس سے پہلے اتنی ہمت نہ تھی۔ کہ وہ مدھوسودھن کے اتنی قریب جاکر اس کی ڈھارس بندھا دے۔ وہ جانتی تھی۔ کہ مدھوسودھن میں قوتِ برداشت کم ہے۔ لیکن نئی بہو نے اس کے غرور پر کافی چوٹ پہنچائی ہے۔ شیاما کم سے کم اس کی بیعزتی نہیں کرتی۔ شیاما کیا کمد سے کچھ کم خوبصورت ہے۔ یہ چاہے کہہ لو کہ اس کا رنگ ذرا سا نولا ہے۔ لیکن اس کی آنکھیں اس کے بال، اس کے رسیلے ہونٹ۔

شیاما بول اٹھی۔ "وہ دیکھو آرہی ہے بہو۔ میں جاتی ہوں۔ اب دیکھنا اس پر غصہ مت کرنا۔ بیچاری ابھی لڑکی ہی تو ہے۔"

کمدنی کے وہاں پہنچتے ہی مدھوسودھن سے پھر نہ رہا گیا۔ وہ بول اٹھا۔ "میکے سے بے ہوشی کی مشق کر کے آئی ہو۔ کیوں لیکن ہمارے ہاں اس کا رواج نہیں۔ تمہیں یہ اپنی تور پوری چال چھوڑنی پڑے گی۔"

کمدنی اپنے خاوند کے منہ کی طرف دیکھتی ہوئی۔ چپ چاپ کھڑی رہی۔ ایک بات بھی نہ کہی

مدھوسودھن اس کی خاموشی سے اور بھی غصہ ہو گیا۔ بول اٹھا۔ "میں کام کاج والا آدمی ہوں۔ فرصت کم ہے ہسٹریا والی عورت کی خدمت گذاری کے لئے میرے پاس وقت نہیں۔ صاف کہے دیتا ہوں۔"

کمدنی نے آہستہ سے کہا۔ "تم مجھے بیعزت کرنا چاہتے ہو۔ مجھے ہار ماننی ہو گی۔ تمہاری بے عزتی کا میں خیال نہ کروں گی۔"

مدھوسودھن نے کہا۔ "تم اپنے بھیا کی چیلی ہو۔ پر یاد رکھنا۔ میں تمہارے اس بھیا کا مہاجن ہوں۔ اسے اس کان خرید کر اس کان فروخت کر سکتا ہوں۔"

کمدنی کے دل پر یہ بات نقش کر دینے کے لئے کہ وہ اس کے بھائی سے بڑا ہے بے وقوف مدھوسودھن کو اس کے علاوہ اور کوئی لفظ نہ ملے۔

کمدنی نے کہا۔ دیکھو۔ سخت اور ظالم ہو تو ہو۔ مگر اوچھے نہ بنو۔ یہ کہہ کر وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔

کرخت لہجہ میں مدھوسودھن بول اٹھا۔ "کیا کہا۔ میں چھوٹا ہوں۔ اور تمہارا بھیّا مجھ سے بڑا ہے۔"

کمدنی نے کہا۔ "تمہیں بڑا جان کر ہی تو تمہارے گھر آئی ہوں۔"

مدھوسودھن نے ہنسی اڑاتے ہوئے کہا۔ "بڑا جان کر آئی ہو۔ یا روپے کے لالچ سے۔"

تب کمدنی صوفے پر سے اٹھ کر باہر نکل آئی۔ اور کھُلی چھت پر زمین پر جا کر بیٹھ گئی۔

کمدنی اس طرح چُپ چاپ کمرے سے نکل کر چلی جائے گی۔ مدھوسودھن کو خواب میں بھی خیال نہ تھا۔ کچھ دیر بیٹھا رہا۔ پھر صبر نہ کر سکا۔ چھت پر آ کر کمدنی کے پیچھے آ کر کہا۔ "بڑی بہو۔"

کمدنی چونک پڑی۔ اور گھوم کر کھڑی ہو گئی۔

"سردی میں یہاں اوس میں کھڑی کھڑی کیا کر رہی ہو۔ چلو اندر۔"

کمدنی بغیر کسی قسم کی ہچکچاہٹ کے مدھوسودھن کے چہرے کیطرف تاکتی رہی۔ مدھوسودھن میں جو رُعب کا جذبہ تھا۔ وہ ختم ہو گیا۔ بولا۔

"آؤ اندر چلو۔"

کمدنی نے خاوند کے ہاتھ میں سے اپنا ہاتھ کھینچا نہیں۔ چپ چاپ آہستہ آہستہ سونے کے کمرے میں چلی گئی۔

(۲۲)

اگلے روز صبح ہی کمدنی بستر سے اٹھ کر سوئے ہوئے پتی کو نمسکار کر کے نہاتے

کے کمرے میں چلی گئی۔ دن چڑھنے پر جب وہ پھر سونے کے کمرے میں آئی۔ تو اس نے دیکھا۔
کہ اس کے پتی دیو اٹھ کر چلے گئے ہیں۔ آئینے کے دراز پر اس کا موتی کا بنا ہوا بٹوہ رکھا تھا۔
بھیا کا تار رکھنے کے لئے جو اسے کھولا۔ تو دیکھا کہ نیلم کی انگوٹھی نہیں ہے ۔
کمُدنی کے دل میں گویا آگ جل اٹھی۔ دودھ پلانے کے لئے موتی کی ماں اُسے
بلانے آئی تو کمدنی کے مُنہ سے جواب نہ نکلا۔ جیسے سخت پتھر کا بت ہو۔
موتی کی ماں ڈر کر پاس آ کر بیٹھ گئی۔ اور پوچھنے لگی۔ "کیا ہوا بہن!"
کمدنی نے روندے ہوئے گلے سے کہا: "لے گئے ہیں چرا کر۔"
"کیا لے گئے ہیں جیجی ؟"
"میری انگوٹھی۔ بھیا کی دی ہوئی آشیرواد کی انگوٹھی"
"کون لے گیا۔"
کمدنی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اور کسی کا نام لئے بغیر ہی باہر کی طرف اشارہ کیا۔
"شانت ہو بہن، ہنسی کی ہو گی۔ تمہارے ساتھ پھر لوٹا دینگے ۔"
"نہ لوں گی اب دیکھوں کتنا ظلم کر سکتے ہیں وہ۔"
موتی کی ماں نے کمدنی کو دودھ پلانے کی بہت کوشش کی۔ مگر وہ نہ مانی۔
کچھ عرصہ بعد کمدنی اپنا دل بہلانے کی غرض سے "بابلو" کو پکڑ کر اپنے کمرے
میں لے آئی۔ اور اسے شیشہ کا پیپر ویٹ کھیلنے کے لئے دیا۔ بابلو اُسے لے کر فوراً
باہر کو بھاگ گیا۔ اتنے میں موتی کی ماں اندر آئی! اور کمدنی کی ڈھارس بندھانے لگی۔
جوتے کی آہٹ سُن کر دونوں نے سمجھ لیا۔ کہ مدھوسودھن آ رہا ہے۔ موتی کی ماں
جھٹ وہاں سے بھاگ کر چلی گئی۔ مدھوسودھن وہی شیشہ کا پیپر ویٹ جو کمدنی نے
بابلو کو دیا تھا۔ ہاتھ میں لئے ہوئے آیا۔ اور آہستہ سے اس کی جگہ پر سجا کر رکھ دیا،
اس کے بعد اطمینان سے سنجیدہ لہجہ میں بولا،

"بابلیہ" تمہارے کمرے سے یہ چرائے گیا تھا۔ چیزوں کو ذرا سنبھال کر رکھنا سیکھو۔
کمدنی نے تیز آواز میں کہا۔ اس نے چرایا نہیں ہے۔"
"چرایا نہ سہی۔ اٹھائے گیا تھا۔"
"نہیں۔ میں نے ہی اسے دیا ہے۔"
"اس طرح تم اس کا ستیاناس کرنے لگی ہو۔ ایک بات یاد رکھنا بغیر میرے حکم کے کوئی چیز کسی کو نہ دینے پاؤ گی۔ میں اس قسم کی بے سلسلہ باتوں کو پسند نہیں کرتا۔"
کمدنی کھڑی ہو کر بولی۔ تم نے نہیں لی میری نیلم کی انگوٹھی۔"
مدھوسودھن نے کہا۔ ہاں لی ہے۔ میں نے تو کہہ دیا تھا۔ اسے تم نہیں رکھ سکتی ہو۔"
تمہاری چیز تم رکھ سکو گے اور میری چیز میں نہیں رکھ سکوں گی۔"
"اس گھر میں تمہاری الگ کہی جانے والی کوئی چیز نہیں ہے۔"
"کوئی چیز نہیں۔ یہ رہا تمہارا گھر سنبھالو۔"
مدھوسودھن کے ماتھے میں خون چڑھنے لگا۔ جلدی سے اس نے نہانے کے کمرے میں جا کر ٹھنڈے پانی کا نلکا کھول کر اپنا سر اس کے نیچے کر دیا۔

(۲۳)

شام ہو گئی۔ اس دن کمدنی کہیں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملی۔ آخر پتہ لگا کہ بھنڈار کے کمرے کے پاس ایک چھوٹی سی کوٹھری ہے جہاں پرانے تیل کے لیمپ وغیرہ اکٹھے کئے جاتے ہیں۔ وہاں زمین پر چٹائی بچھا کر بیٹھی ہوئی ہے۔
موتی کی ماں نے آ کر پوچھا۔ "تم نے کیا کیا بہو؟"
کمدنی نے جواب دیا۔ "اگھر بھر کا انتظام کیا کروں گی۔ بس یہیں میری جگہ ہے۔"
موتی کی ماں نے کہا۔ "کام تو تم نے اچھا ہی لیا ہے۔ لیکن چلو اب اٹھو۔"

لیکن کمدنی ٹس سے مس نہ ہوئی۔

مدھوسودھن نے رات کو آکر سوتے وقت کمدنی کی ٹوہ لی۔ جب سُنا کہ وہ بتی گھر میں ہے۔ تو بولا اچھی بات ہے رہنے دو۔ دیکھیں کتنی دیر تک حبس سے ستانے سے ضد ٹھہرے گی۔"

لیمپ بجھا کر سونے لگا۔ مگر نیند کہاں، ادھر سے ادھر کروٹ بدلتے بدلتے آخر اٹھ ہی بیٹھا۔ ہاتھ میں ایک لالٹین لے کر بتی گھر کے سامنے پہنچا۔ ہوشیاری سے دروازہ کھول کر دیکھا۔ کمدنی ایک چٹائی بچھائے سو رہی ہے۔ اتنے میں کمدنی نے کروٹ لی۔ مدھوسودھن وہاں سے جلدی سے بھاگ آیا۔ ڈر گیا کہیں کمدنی اس کی شکست کو دیکھ کر دل ہی دل میں ہنسنے نہ لگے۔

اپنے کمرے میں آکر مدھوسودھن بستر پر لیٹ گیا۔ باہر لالٹین رکھ دی۔ شاید کمدنی آجائے۔ بچھونے پہ نہ لیٹ سکا۔ کمدنی کا خوبصورت چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے پھیر رہا تھا۔ اٹھ کر بتی جلائی۔ اور کمدنی کے ڈبکس کا دروازہ کھولا۔ اس کا موتیوں کا بٹوہ نکال کر دیکھا۔ اس میں سے بپرداس کا نامہ جس میں آشیرواد دی گئی تھی نکل آیا۔ مدھوسودھن حسد سے جلنے لگا۔ موتیوں کا بٹوہ آج ہمت کر کے پھینک نہ سکا۔ جس دن انگوٹھی چرائی تھی۔ اس دن اس کا حوصلہ بہت زیادہ تھا۔ تب تک اسے معلوم تھا۔ کہ کمدنی عام عورتوں کی طرح میری حکومت کے ماتحت رہے گی۔ مگر آج اس کی سمجھ میں آگیا کہ کمدنی کیا کر سکتی ہے۔ اور کیا نہیں کر سکتی۔ کچھ کہا نہیں جا سکتا۔

اسی شش و پنج میں پانچ بج گئے۔ مدھوسودھن جھٹ پٹ اٹھ کر باہر کی طرف چلا۔ بتی گھر کے سامنے دیدہ دانستہ پاؤں کی آہٹ ذرا زور سے کی۔ دروازہ کو دھکا دے کر کھولا۔ مگر وہاں کمدنی نہ تھی۔

صحن والے نلکے سے پانی گرنے کی آواز سنائی دی۔ برآمدے میں کھڑے ہو کر

مدھوسودھن نے دیکھا۔ کمدنی دنیا بھر کے پرانے زنگ خوردہ بیکار چراغوں اور لیمپوں کو اپنی ہی گھٹائی سے صاف کر رہی ہے۔ مدھوسودھن حیرانی سے سب کچھ دیکھتا رہا۔ پہلے تو اس کے دل میں آیا۔ کہ اس سے ابھی سمجھ لے لیکن صبح ہی آپس میں کہا سنی ہو۔ اور سب گھر والے تماشہ دیکھیں یہ نامناسب سمجھ کر وہ پیچھے ہٹ گیا اور منجھلے بھائی نوین کو جو گھر کا منیجر تھا بلا کر کہا۔ گھر میں کیا کیا واردات ہوتی ہیں کچھ خبر رکھتے ہو۔"

نوین بیچارہ ڈر گیا ۔۔۔۔"کیوں کیا ہوا"

"بڑی بہو جو پاگل کی طرح واہیات کام کر رہی ہے۔ تم سمجھتے ہو۔ کہ اسکا سبب ہمیں معلوم ہی نہیں۔ منجھلی بہو ان کا دماغ خراب کر رہی ہے۔ اس میں شک نہیں۔"

بہت ہچکچاہٹ کے ساتھ نوین نے کہنے کی کوشش کی۔ "نہیں تو منجھلی بہو تو"

مدھوسودھن بول اٹھا۔ "میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے"

اب مزید کوئی گفتگو نہ ہو سکی۔

(۲۴)

موتی کی ماں جب کمدنی کو اپنی بے پناہ محبت سے اپنانے لگی تھی۔ نوین اسی وقت سمجھ گیا تھا۔ کہ بہت عرصہ تک یہ سلسلہ قائم نہ رہ سکے گا۔ گھر کی عورتیں اس کے خلاف کان بھرے بغیر نہ رہیں گی۔ نوین نے سوچا۔ ایسی ہی کوئی بات ہوئی ہوگی۔ یوں چھپے سے مدھوسودھن کا غصہ اور زیادہ نہ بھڑک جائے۔ اس خیال سے اس نے موتی کی ماں سے جا کر کہا۔ "ایک فساد اور کھڑا ہو گیا۔"

"کیوں کیا ہوا۔"

"یہ تو انتر یامی پرماتما ہی جانتے ہوں گے۔ یا بھائی صاحب یا شاید کچھ کچھ تم بھی مگر ڈانٹ شروع ہوئی ہے میرے اوپر۔"

"کیوں وہ کیسے؟"

"اس لئے کہ میرے ذریعہ تمہاری غلطی ٹھیک ہو جائے اور تمہارے ذریعہ سے عمر ان کے نئے کاروبار کی نئی آمدنی۔"

"اچھا! تو مجھ پر تم اپنا سدھار شروع کرو۔ دیکھوں بڑے بھائی سے بڑھ کر تمہارے اندر کیا کرامات ہے۔"

"سمجھ گیا۔ مگر اب کیا کرنا چاہیئے یہ تو بتاؤ۔"

"اپنے بھائی صاحب سے کہنا۔ کہ وہ راجہ چاہے کتنے ہی بڑے ہوں مگر تنخواہ دار آدمی نوکر رکھ کر رانی کا غرور ڈھیلا نہیں کر سکتے۔ غرور کا بوجھ خود ہی سر پر لاد کر اتارنا پڑے گا۔"

"مطمئن رہو! ان کو اپدیش دینے کے لئے میری ضرورت نہ پڑے گی۔ کچھ دن بعد خود ہی ہوش آجائے گا۔"

موتی کی ماں کمدنی کو ڈھونڈنے گئی۔ چراغ وغیرہ صاف کر کے اندھیرا رہتے ہی کمدنی نہا دھو لی۔ اور چھت پر جا کر مشرق کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئی۔ وہ پوجا اور پرارتھنا میں مصروف تھی۔ موتی کی ماں کچھ فاصلے پر اس کے پیچھے بیٹھی رہی۔ صبح کی صاف روشنی میں سنسان چھت پر اس کی خوبصورتی نے اسے محوِ حیرت بنا دیا۔ وہ سوچنے لگی۔ اس گھر میں یہ کیسے شوبھا پائے گی..... بیٹھے بیٹھے موتی کی ماں نے دیکھا۔ کہ کمدنی دونوں ہاتھوں سے اپنی چادر کا آنچل منہ پر رکھ کر رو رہی ہے۔ اس سے اب رہا نہ گیا۔ پاس جا کر گلے میں باہیں ڈال کر بولی۔ میری چھجی کیسی ہو۔ میری لکشمی بہن! کیا ہوا۔ ذرا بتاؤ تو مجھے۔"

کمدنی سے کچھ عرصہ تک تو بولا ہی نہیں گیا۔ پھر اپنے آپ کو سنبھال کر بولی:-

"آج بھی بھیا کی چٹھی نہیں ملی۔ ان کو کیا ہو گیا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"

"چٹھی آنے کا وقت کیا ہو گیا بہن!"

ضرور ہو گیا۔ میں ان کی بیماری دیکھ آئی ہوں۔ وہ جانتے ہیں۔ اطلاع پانے کے لئے میرا دل کیسا تڑپ رہا ہوگا۔"

موتی کی ماں نے کہا: "تم فکر مت کرو۔ سماچار جاننے کے لئے میں کوئی طریقہ نکالتی ہوں۔"

کمدنی نے تار دینے کی بات کئی دفعہ سوچی ــ مگر کس کے ہاتھ بھیجے۔ جس دن مدھوسودھن نے اپنے آپ کو اس کے بھیا کا جہاجن کہہ کر اپنی بڑائی کی تھی، اس دن سے مدھوسودھن کے سامنے اپنے بھیا کا ذکر کرنے میں کمدنی کی زبان رک جاتی ہے۔ آج موتی کی ماں سے اس نے کہا: "تم اگر بھیا کو میرے نام سے تار بھجو اسکو تو میں زندہ ہو جاؤں گی۔"

موتی کی ماں نے کہا: "اچھا بھجوا دوں گی۔ اس میں ڈر کس بات کا ہے؟"

کمدنی نے کہا: "تمہیں تو معلوم ہی ہے۔ میرے پاس ایک بھی روپیہ نہیں ہے؟"

"جیجی تم ایسی باتیں کرتی ہو جس کا ٹھکانہ ہی نہیں۔ گھریلو خرچ کے لئے جو روپے میرے پاس رہتے ہیں۔ وہ بھی تو تمہارے ہی ہیں۔"

کمدنی زور سے بول اٹھی۔ "نہیں نہیں اس گھر میں کچھ بھی میرا نہیں ہے۔ ایک کوڑی بھی نہیں۔"

"جیسی مرضی۔"

موتی کی ماں نے اپنے کمرے میں جا کر نوین کو بلا کر کہا: "سنو ایک بات سنو! جیٹھ جی کے باہر والے کمرے میں ان کے ڈیسک پر ذرا دیکھ آؤ۔ جیجی کی کوئی چٹھی آئی ہے یا نہیں۔ ذرا کھول کر بھی دیکھنا۔"

نوین نے کہا: "مار ڈالا!"

"اگر تم نہ جاؤ گے۔ تو میں جاؤں گی۔"

"دیکھو! بات یہ ہے۔ دن میں تو یہ کام ہونا مشکل ہے۔ چار طرف آدمیوں کا آنا جانا ہے۔ رات کو میں خبر دے سکتا ہوں۔"

موتی کی ماں نے کہا۔ "اچھا ایسا ہی سہی۔ مگر نور لوپہ کو ابھی تار دے کر پوچھنا ہوگا۔ کہ بہر نداس کی طبیعت کیسی ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ تو بھیا کو کہہ کر کرنا ہوگا نا۔"

"نہیں۔"

"تب تو مشکل معلوم ہوتا ہے۔ تو اپنی جان سے ادھار کھائے بیٹھی ہے۔ اس گھر میں تو چھپکلی مکھی کو بھی نہیں پکڑ سکتی۔ مالک کے حکم کے بغیر ادھر۔"

"جیجی کے نام سے تار جائے گا۔ اس میں تمہارا کیا ہرج ہے۔"

"جائے گا تو میری ہی معرفت۔"

"جب سیٹھ جی کے وقت سے ڈھیروں تار روزانہ جایا کرتے ہیں۔ دربان کے ہاتھ پر ان میں ایک یہ بھی رکھ دینا۔ یہ سو روپیہ جیجی نے دیا ہے۔"

اگر نوبین کو کمسدنی سے ہمدردی نہ ہوتی۔ تو وہ کبھی بھی ایسے خطرناک کام کو ہاتھ میں نہ لیتا۔

(۲۵)

قاعدہ کے مطابق دوپہر کے وقت مدھوسودھن زنان خانے میں کھانا کھانے آیا۔ گھر کی عورتیں اسے گھیر کر بیٹھ گئیں۔ شیام سندری دودھ کے کٹورے میں میٹھا گھول رہی تھی۔ اس کا مضبوط جسم کیا اچھا معلوم ہو رہا ہے۔ محض ایک سفید ساڑھی پہنے ہوئے تھی۔ اس کی طرف دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہر وقت صفائی سے رہتی ہے۔ عالم شباب بڑی بڑی سیاہ آنکھیں۔ رسیلے ہونٹ اپنے اندر کشش رکھتے ہیں۔ شباب کے جادو سے وہ مدھوسودھن کو محو حیرت بنا دے گی۔ ایسا اس کا خیال تھا۔ مدھوسودھن کا

دل کسی دن پگھلا ہی نہ ہو یہ نہیں کہا جا سکتا لیکن مدھوسودھن نے ابھی تک شکست نہیں مانی۔

مدھوسودھن کاروباری آدمی تھا۔ معاشرتی زندگی کی طرف دھیان دینے کا اس کے پاس وقت نہ تھا۔ لیکن پھر بھی جو تھوڑا بہت وقت شیاما کے ساتھ تخلیہ میں گذرتا اس کی زندگی کی سنہری گھڑیاں تھیں۔ اس کی تمام تھکان اس کی باتوں سے دور ہو جاتی تھی۔ شیاما نے مدھوسودھن کے دل کے جھیکا ڈ کو ٹھیک پکڑ لیا ہے۔ مگر پھر بھی اس کی طرف سے اس کا خوف دور نہیں ہوا۔

جب مدھوسودھن کھانا کھانے آیا۔ تو شیام سندری نہا کر آئی تھی۔ اس کے گھنے سیاہ بال پیٹھ پر بکھرے ہوئے تھے۔ اور بھیگے ہوئے بالوں میں سے مدھ الیجہ دار تیل کی میٹھی میٹھی خوشبو آ رہی تھی۔ شیاما نے ہنستے ہوئے کہا۔ "دیور جی! بہو کو بلا دوں... کھانا کھاتے وقت اگر تمہارے پاس آکر بیٹھے تو اچھا ہے۔ تھوڑی بہت سیوا۔

مدھوسودھن چند لمحے سر نیچا کئے کھانا کھاتا رہا۔ پھر تھالی پر منہ اٹھائے بغیر ہی اس نے پوچھا۔ "بڑی بہو اب ہے کہاں؟"

شیام سندری خوش ہو کر بولی۔ "میں ابھی دیکھ کر آتی ہوں۔ مگر مدھوسودھن نے انگلی ہلا کر اسے منع کر دیا۔

مدھوسودھن کھانا کھا کر اپنے سونے کے کمرے میں آکر حقہ گڑگڑانے لگا۔ جب انتظار میں آدھا گھنٹہ ہونے لگا۔ تو اس نے جیب سے گھڑی نکال کر دیکھی۔ اسے دفتر جانے میں کبھی پانچ منٹ کی بھی دیر نہ ہوتی تھی۔ مگر آج کسی امید میں اسے وقت کا خیال ہی نہ رہا تھا۔ دل ہی دل میں آج اس نے عہد کر لیا تھا۔ کہ شام کو دفتر کا وقت ختم ہونے پر بعد میں کام کی کمی پوری کرے گا۔ مگر جوں جوں وقت گذرنے لگا۔ اس کی طبیعت اچاٹ ہونے لگی۔ بار بار اس نے سوچا۔ کہ اندر کے کمرے میں بے وقت ہی ہو آؤں شاید کسی سے ملاقات ہو جائے۔ آخر وہ دفتر کی پوشاک پہنے اندر داخل ہوا۔

موتی کی ماں مدھوسودھن کو بےوقت اندر جاتے دیکھ کر گھونگھٹ نکال کر خوب ہنسی بیچارے مدھوسودھن کا دفتر سے بھاگ آنا بےسود ثابت ہوا کمرے میں کوئی نہ تھا۔ مخول سے بچنے کے لئے مدھوسودھن کمرے کو خالی پاکر باہر کے کمرے کی طرف تیزی سے چلا گیا۔ ایک بڑے ضروری کام کا بہانہ کر کے وہ ایک ڈیکس پر بیٹھ گیا۔ سامنے ایک چھوٹا سا رجسٹر پڑا تھا۔ اس میں جانے والے خطوط و تاروں وغیرہ کی تاریخ وقتوں وغیرہ کا اندراج تھا۔ عموماً وہ اسے کبھی نہ دیکھتا تھا۔ رجسٹر کھولتے ہی آج کی تاریخ کی تاروں کی فہرست میں سرِ دست اس کے نام پر اس کی نظر پڑی بھیجنے والی ہیں خود مالکن صاحبہ کماری۔"

"بلاؤ دربان کو ـــــ دربان حاضر ہوا۔"

"یہ تار کس نے دیا تھا۔ بھیجنے کو ـــــ منجھلے بابو نے۔"

بلاؤ منجھلے بابو کو ـــــ منجھلے بابو اپنا زرد سا چہرہ لئے ہوئے حاضر ہوئے۔

"بغیر میری اجازت کے تار بھیجنے کیلئے کس نے کہا۔۔۔ شاید منجھلی بہو نے کیوں؟"

نوین بےچین ہو گیا۔ جاڑے کے دنوں میں اس کے ماتھے سے پسینے کے قطرے ٹپکنے لگے۔ اس کے چپ چاپ کھڑے رہنے سے جواب صاف ہو گیا۔ مدھوسودھن نے غصہ سے لال پیلا ہو کر نوین کو گھر سے باہر جانے کا اشارہ کیا۔ اور خود کمرے میں ادھر ادھر ٹہلنے لگا۔

(۲۶)

ذہین نے اندر موتی کی ماں کے پاس جا کر کہا۔ "سنتی ہو اب باندھو بستر البوریا۔"

"کیوں کیا ہوا۔"

"بس اب چلنے کی تیاری کرو۔"

اگر تمہاری عقل پر بھروسہ کر کے باندھوں تو کل ہی پھر کھولنا پڑے۔ کیوں تمہارے

بھائی صاحب کا مزاج ٹھیک نہیں ہے گیا۔"

"ہم لوگوں پر چوٹ ہے۔ اس دفعہ حکم ہو گیا۔ منجھلی بہو کو گھر بھیجنے کا۔"

وہ تو دیکھا جائیگا۔ اب جو میں تم سے کہوں۔ وہ کرو۔ تمہیں ان کی دراز کھولکر دیکھنی ہو گی۔ میرا دل کہہ رہا ہے۔ کہ چٹھی آگئی ہے۔ لیکن انہوں نے دبا رکھی ہے۔"

نوین نے کہا:" دو ہائی ہے تمہاری۔ منجھلی بہو۔ میرا دل بھی یہ کہہ رہا ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ بات بھی ہے۔ کہ اگر اس چٹھی کو ہاتھ لگایا۔ تو پھر خدا حافظ۔"

تم صرف یہ دیکھ آؤ۔ کہ جیجی کے نام کی چٹھی ہے یا نہیں۔"

نوین نے اسی رات منجھلی بہو کو خبر دی۔ کہ کمدنی کے نام کی ایک چٹھی اور ایک تار دراز میں پڑی ہے۔"

موتی کی ماں سے اب رہا نہ گیا۔ کمدنی کے پاس جاکر بولی:" کام کاج کچھ تھا نہیں اسی لئے تمہارے پاس چلی آئی ہوں۔ میں نے سوچا تمہارے کام میں ہی مدد دوں۔ کچھ تو لاکھ ضرور ہو گا۔ یہ کہہ کر اس نے شیشے کے گلوب اور چمنیوں کا ٹوکرہ اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور انہیں صاف کرنے لگی۔ اتنے میں دبنکو فراش آیا۔ اور اس نے جلدی جلدی تھوڑی ہی دیر میں سب کام پورا کر دیا۔

دوپہر کے وقت کمدنی دل میں سوچنے لگی۔ اب وہ غصہ کی آگ کبھی بھی بھڑکنے نہ دے گی۔ وہ کوٹھڑی کے دروازے بند کر کے لیٹ گئی۔ تیسرے پہر دبنکو فراش نے آکر جب دروازہ کھٹکھٹایا تو کمرہ کھول کر کمدنی باہر چلی گئی۔ اور موتی کی ماں سے جاکر کہنے لگی۔ آج رات کو میں کھانا نہیں کھاؤں گی۔"

موتی کی ماں کو کمدنی کا چہرہ دیکھ کر بہت حیرانی ہوئی۔ آج اس چہرہ پر دل کی جلن کا عکس نہیں تھا۔ بلکہ اس کی پیشانی اور آنکھوں میں پرسکون جلال تھا۔ کمدنی چھت پر جاکر ایک کونے میں بیٹھ گئی۔ سردی کا دن دیکھتے دیکھتے ختم ہو گیا۔ ایکطرف

غرور کے بندھن سے نجات پانے سے حاصل شدہ نجات کی تسکین اور دوسری طرف بھائی کیلئے فکر سے پُر دل کا بوجھ لئے کمدنی پھر اسی اندھیری کوٹھڑی میں داخل ہوئی۔

جس شادی شدہ عورت کے جسم اور دل پر اس کا پورا حق ہے۔ وہ بھی اس کیلئے بے حد مشکل ہو گیا ہے۔ قسمت کی ایسی سازش پر وہ کس طرف سے اور کیسے حملہ کرے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ رات کو کھانا کر مدھوسودھن اوپر سونے آیا۔ گو یقین نہیں تھا پھر بھی اُمید تھی۔ کہ شاید آج وہاں کمدنی سے ملاقات ہو جائے گی۔ کہیں وہ آکر واپس نہ لوٹ جائے۔ اس خیال سے وہ پلنگ پر نہ لیٹا۔ کہ کہیں نیند نہ آ جائے۔ نو بجے مدھوسودھن کے سونے کا وقت ہے۔ جب گھنٹے نے گیارہ بجائے۔ تو وہ چونک اٹھا۔

باہر کے گھر کے سامنے برآمدے میں جا کر دیکھا۔ کہ اندر بتی جل رہی ہے۔ وہ اندر گھسنا ہی چاہتا تھا۔ کہ اتنے میں دیکھا اندر سے لالٹین ہاتھ میں لئے ہوئے نوین نکل رہا ہے۔

مدھوسودھن نے پوچھا۔ "اتنی رات گئے تم یہاں کیسے۔"

نوین کے دماغ میں ایک بہانہ آگیا۔ بولا۔ "سونے سے پہلے ہی میں گھڑی میں چابی دیا کرتا ہوں۔ اور تاریخ کے کارڈ ٹھیک کیا کرتا ہوں۔"

"اچھا اندر آؤ سنو۔"

نوین گھبرا گیا۔ مدھوسودھن نے کہا۔ "بڑی بہو کے کانوں میں منتر پھونکنے والا کوئی ہو۔ اسے میں پسند نہیں کرتا۔ ہمارے گھر کی بہو ہماری مرضی کے مطابق ہی چلے گی۔ اصول ایسا ہی ہے۔"

نوین نے سنجیدگی سے کہا۔ "یہ تو ٹھیک سا بات ہے۔"

"اسی لئے میں کہتا ہوں کہ منجھلی بہو کو گھر بھیج دیا جائے۔"

"میں نے بھی آپ کو پوچھنا تھا۔" "کئی دن سے منجھلی بہو گھر جانے کیلئے ضد کر رہی ہے۔ سب سامان سنبھال لیا ہے۔"

مدھو سودھن نے ناراضگی کے لہجہ میں کہا۔ کیوں جانے کے لئے انہیں اتنی جلدی کس بات کی ہے "

نوین نے کہا۔ گھر کی مالکن گھر میں آگئیں۔ اب اس گھر کا تمام بوجھ انہیں لینا چاہیئے "

" ان سب باتوں کے خیال کا بوجھ کیا اسی پر ہے "

" نوین۔ کیا کہوں عورتوں کی ضد ہوتی ہے۔ اب تو وہ جائے گی ہی "

" اچھا میرا نام لے کر کہہ دینا۔ اس وقت اس کا جانا نہیں ہو سکتا۔"

نوین آہستہ آہستہ وہاں سے چلا گیا۔ مدھو سودھن کمرے میں بیٹھ گیا۔ اسے نیند نہ آئی۔ ڈیوڑھی کے گھنٹے میں دو بجے۔ مدھو سودھن نے دراز کھول دی۔ کمدنی کے نام کا تار جیب میں رکھ کر وہ اندر کی طرف چلا۔ رات کے دو بجے کا وقت۔ تب کمدنی کے سامنے دل ہی دل میں شکست تسلیم کر لیا۔ اس کیلئے ناممکن بات نہیں رہی

(۲۷)

مدھو سودھن زینہ کے راستہ نیچے لوٹ گیا۔ اس کی چھاتی کا خون ابلنے لگا۔ مٹی کے تیل کی لالٹین لے کر سنجھلے گھر کے سامنے جا کر دروازہ دھکیلا تختے کھل گئے۔ کمدنی اسی چٹائی پر گہری نیند سو رہی تھی۔ وہ پاس بیٹھ گیا۔ اس کا چہرہ بڑی زبردست طاقت سے دل کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔

مدھو سودھن نے فیصلہ کیا۔ کہ کمدنی کو بغیر جگائے ہی ساری رات اس کے پاس اسی طرح جاگتا ہوا بیٹھا رہے گا۔ جب رہا نہ گیا۔ تو کمدنی کی چھاتی پر سے اس کا ہاتھ اٹھا کر اپنے ہاتھ پر رکھ لیا۔ کمدنی نیند کے نشہ میں ہاتھ کھینچ کر مدھو سودھن کی الٹی طرف کروٹ لیکر لیٹ گئی۔

مدھو سودھن نے کمدنی کے کان کے پاس منہ لے جا کر کہا۔ "بڑی بہو! تمہارے بھیا کا تار آیا ہے۔"

کان میں بھنک پڑتے ہی کمدنی جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ مدھو سودھن نے تار سامنے

رکھ کر کہا۔ تمہارے بھیا نے بھیجا ہے۔"

کمدنی نے تار پڑھا۔ اس میں لکھا تھا۔ گھبرانا مت آہستہ آہستہ آرام آجائے گا۔ تمہیں آشیرواد" اس انتہائی تکلیف میں یہ تسکین کی بات پڑھ کر اس کی آنکھوں میں پانی بھر آیا۔ تار کو آنچل سے باندھ کر اس نے پوچھا۔ کیا چٹھی نہیں آئی۔"

مدھوسودھن نے فوراً جواب دیا۔ نہیں تو چٹھی نہیں آئی۔"

کمدنی اٹھنا چاہتی تھی۔ کہ مدھوسودھن نے کہا۔ بڑی بہو مجھ پر غصہ مت ہو.... تم کیا اب بھی مجھ پر ناراض ہو۔"

کمدنی نے کہا۔ نہیں تو میں ناراض نہیں ہوں۔ بالکل نہیں۔"

مدھوسودھن بولا۔ تو پھر یہاں سے اپنے کمرے میں چلو۔"

اس کے دل میں اختلاف پیدا ہو رہا تھا۔ مگر اسے گناہ سمجھتے ہوئے کمدنی نے کہا۔ چلو۔"

اپنے سونے کے کمرے کے سامنے پہنچتے ہی وہ کھڑی ہو گئی۔ اور بولی۔ میں ابھی آتی ہوں۔ دیر نہیں کروں گی۔"

کمدنی چھت کے کونے میں جا کر بیٹھ گئی۔ اور دل ہی دل میں کہنے لگی۔ پربھو تم نے بلایا ہے۔ مجھے تم نے بلایا ہے۔ مجھے بھولے نہیں ہو۔ اس آشیرواد کے تار کو کمدنی نے بار بار پیشانی سے لگایا۔ اتنے میں مدھوسودھن پیچھے سے بول اٹھا۔ بڑی بہو سردی لگ جائیگی۔ کمرے میں چلو۔"

کمدنی بہشتی روح ہے۔ صبح سویرے نہا دھو کر اس نے چندن کے پانی سے اپنے جسم پر لیپ کیا... جسم کو صاف اور خوشبودار بنایا۔ نیا ملاقات کا میدان سمجھ کر اپنے جسم سے گویا اسے عقیدت ہو گئی۔ موتی کی ماں کے پاس جا کر کمدنی نے کہا۔ مجھے تم اپنے کام میں لگا دو۔"

موتی کی ماں نے ہنس کر کہا۔ تو آ جاؤ۔ ترکاری بناؤ۔"

موتی کی ماں درمیان میں کمدنی کے منہ کی طرف دیکھتی جاتی۔ اور سوچتی جاتی۔

نیجی گیا کام کر رہی ہو۔ گھر میں دیگر عورتیں جو کام کر رہی ہیں۔ وہ چاہتی ہیں۔ کہ کمدنی سے بات چیت کریں۔ مگر انہیں کوئی راستہ ہی دکھائی نہیں دیتا۔ شیام سندری نے ایک دفعہ کہا۔ بہو سویرے ہی نہاتی ہو۔ تو کہہ کیوں نہیں دیتی۔ پانی گرم ہو جایا کرے۔ ٹھنڈ تو نہیں لگے گی۔"

کمدنی نے کہا: "مجھے عادت پڑ گئی ہے"

بات چیت آگے نہیں بڑھی۔ سب عورتیں چلی گئیں۔ تو موتی کی ماں نے کہا:۔
"بھیا کا تار مل گیا۔ کب ملا۔"

کمدنی نے جواب دیا: کل رات کو۔ انہوں نے خود آکر میرے ہاتھ میں دیا"

موتی کی ماں نے کہا: "تو چٹھی بھی ملی ہوگی ضرور۔"

کمدنی گھبرا کر بول اٹھی: "نہیں تو مجھے نہیں ملی۔ بھیا کی چٹھی آئی ہے۔ کیا۔۔۔۔؟ کہاں ہے چٹھی مجھے لا دو نا۔"

موتی کی ماں نے چپکے سے کہا: "اس چٹھی کو میں نہیں دے سکتی۔ وہ جیٹھ جی کے باہر والے کمرے کے دراز کے اندر رکھی ہوئی ہے"

"میری چٹھی مجھے لا دو"

"نہیں اگر معلوم ہو گیا۔ کہ ان کی دراز کسی نے کھولی ہے۔ تو قیامت آ جائے گی۔ جب وہ دفتر چلے جائیں۔ تو پڑھ کر اسی جگہ رکھ دینا۔"

کمدنی غصہ کو روک نہ سکی "کیا ہے۔ چٹھی کی خبر اگر پہلے ہی ہوگی!" اتنے میں اسکا دل گویا انگلی اٹھا کر بول اٹھا۔ غصہ نہ کرنا۔ میری چٹھی کو کوئی چرانا چاہے۔ چرا لے۔ اسے چرا کر میں بدلہ لینا نہیں چاہتی۔ کہنے کے بعد کمدنی کو احساس ہوا کہ وہ سخت بات کہہ گئی ہے۔ غصہ غار کے اندر قلعہ بنایا کرتا ہے۔ باہر سے وہاں گھسنے کا راستہ کہاں ہے۔"

کمدنی کے بھاگنے کی صرف ایک ہی جگہ ہے۔ مرکان کی چھت۔ وہاں چلی گئی۔ موتی

کی ماں نے جب آکر کہا "چلو بہن۔ کھانا کھانے چلو" تو وہ بدستور بیٹھی رہی۔ اس کا دل طعنوں سے بھرا ہوا تھا۔ اس کی چٹھی کے بارہ میں مدھوسودھن کا ادھ چھپا پن اس کے دل میں اُبال لا رہا تھا۔ یہ جلن اس کے دل میں ہوتی ہی رہی۔ کھانے کے بعد اُس سے رہا نہ گیا۔ موتی کی ماں سے بولی۔ "میں جاتی ہوں۔ باہر کے کمرہ میں چٹھی پڑھ آؤں۔"

موتی کی ماں نے کہا۔ "تو چلو میں بھی ساتھ چلتی ہوں۔"

"نہیں اس کی ضرورت نہیں۔ تم صرف راستہ بتا دو۔" موتی کی ماں نے ایسا ہی کیا۔ کمدنی نے کمرے میں گھس کر ڈیسک کی دراز کھول کر دیکھا۔ اس کی چٹھی مل گئی لیکن لفافہ کھلا ہوا تھا۔ اس سے اس کے دل پر چوٹ لگی۔

اتنے میں مدھوسودھن آ پہنچا۔ چونک کر کھڑا ہو گیا۔ کمدنی نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا تک نہیں۔ اس نے پاس آکر دیکھا۔ ڈیسک پر بیہر دا کی چٹھی پڑی ہے۔ پوچھا۔ "تم یہاں کیسے؟"

کمدنی نے پرسکون نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "میرے نام کی بھیا کی کوئی چٹھی آئی ہے یا نہیں۔ یہی دیکھنے آئی تھی۔"

"یہ چٹھی میں خود ہی تمہارے پاس لے جا رہا تھا۔ اس کے لئے تمہیں آنے کی ضرورت نہ تھی۔"

کمدنی کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد بولی۔ "تمہاری مرضی نہیں کہ میں اسے پڑھوں۔ اس لئے میں اسے نہ پڑھوں گی۔ یہ لو میں نے پھاڑ دی۔ لیکن ایسی تکلیف مجھے اب کبھی نہ دینا۔" یہ کہہ کر ادھ آنچل سے منہ ڈھانپ کر اندر چلی گئی۔

(۲۸)

موتی کی ماں نے سمجھ لیا۔ کہ اب یہاں گذارہ مشکل ہے۔ اس نے نوبین سے کہا۔ "یہاں جیسے محنت مزدوری کر کے پیٹ بھرتی ہوں۔ مجھے فکر صرف اس بات کی ہے۔ کہ

میرے چلے جانے پر اس گھر میں جیجی کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔"

نوین نے کہا "منجھلی بھوسنو۔ میں بہت برداشت کر چکا ہوں۔ اب یہاں دشوار ہو گیا ہے۔ بھیا نے ایسی نیک بہو پاکر بھی اس کی قدر نہ کی۔ اچھی چیز کے چھوٹے ٹکڑوں سے ہی افلاس اپنا گھر بناتا ہے۔"

موتی کی ماں بولی "اس بات کو سمجھنے میں اب تمہارے بھائی صاحب کو دیر نہ لگے گی۔ لیکن تب ٹوٹا ہوا جڑے گا نہیں۔"

موتی کی ماں چلی گئی۔ نوین آہستہ آہستہ اپنی بھابی کے کمرے تک پہنچا۔ کمدنی نوین کو دیکھ کر جھٹ پٹ اٹھ بیٹھی۔ اور نوین سے کہا۔ آؤ۔ آؤ بیٹھو۔"

نوین نے زمین پر بیٹھ کر کہا۔ تمہاری سیوا کر سکوں گا۔ اس سے میں جامے میں پھولا نہ سماتا تھا۔ لیکن میری ایسی خوش قسمتی کہاں تھی۔"

کمدنی نے پوچھا "کہاں جا رہے تم۔"

"بھیا۔ ہم لوگوں کو گھر بھیجیں گے۔ پھر شاید تم سے ملنے کا موقعہ نہ ملے۔ اسلیئے وداع لینے آیا ہوں۔۔۔ اتنے میں موتی کی ماں دوڑی آئی۔ اور بولی۔ جلدی آؤ بڑے بھیا تمہیں ڈھونڈ رہے ہیں۔"

نوین اٹھ کر چل دیا۔ موتی کی ماں بھی اس کے ساتھ چل دی۔ نوین مدھو سودھن کے پاس پہنچا۔ جو باہر کے کمرے میں ڈیکس کے پاس بیٹھا تھا۔ مدھو سودھن نے کہا۔ "ڈیکس میں چٹھی ہے۔ یہ بات بڑی بہو سے کس نے کہی۔"

نوین نے کہا۔ میں نے ہی کہی تھی۔"

"مجھ سے پوچھنے تک کا صبر نہ ہوا۔ اتنا حوصلہ۔۔۔

"وہ گھبرا رہی تھیں۔ اسی لیئے۔۔۔" وہ گھر کی مالکن ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ میرے دل میں ان کے لیئے گہری عقیدت بھی ہے۔ اس لیئے ان کا حکم میرے سر ماتھے پر۔"

"نوین! تمہیں میں بچپن سے دیکھ رہا ہوں۔ تمہیں عقل کہاں سے ملتی ہے۔ خیر
کل صبح ہی گاڑی سے تم گھر چلے جانا۔ تنخواہ لے جانا۔ لیکن اب سے ہم تم لوگوں کا
خرچ نہ دے سکیں گے۔"

نوین نے کہا۔ ہمارے حصے کی جو زمین ہے۔ اس میں کھیتی باڑی کر کے اپنا گذارہ
کر لوں گا۔ اور جواب کا انتظار کئے بغیر ہی وہ چلا گیا۔

انسان کی عادت بہت سی مختلف اشیا کی آمیزش سے بنائی گئی ہے۔
مدھوسودھن نوین سے محبت کرتا ہے۔ اس کے دادا اور بھائی رجب پور میں
رہتے ہیں۔ وہ ان کی کبھی کبھی خبر نہیں لیتا۔ والدہ کی موت کے بعد مدھوسودھن نوین کو کلکتہ
لایا۔ پڑھایا لکھایا نوین جہاں سمجھدار آدمی ہے۔ وہاں بے حد منتظم بھی ہے۔ موتی کی ماں کو مدھو
سودھن نہیں چاہتا۔ وہ سمجھتا ہے۔ کہ موتی کی ماں صرف نوین کا دل کھپاڑنے کو ہے چھوٹے
بھائی پر اس کا جو حق ہے۔ اس میں باہر کی ایک عورت کیوں مخل ہوتی ہے۔

کمدنی پر سختی کے ساتھ حکومت کرنے کی طاقت مدھوسودھن نے کھو دی ہے۔
اس کی عمر زیادہ ہے۔ اسے وہ آج بھول جانا چاہتا ہے۔ اس کا رنگ کالا ہے۔ پرماتما
کی یہ بے انصافی آج اس کے دل میں کھٹکنے لگی ہے۔ بال سفید ہونے لگے ہیں۔ انہیں بھی
وہ کسی طرح چھپانا چاہتا ہے۔ کمدنی کا دل بار بار اس کی مٹھی سے نکل جاتا ہے۔ اسکی
وجوہات اس کی بدصورتی اور بڑھاپا ہیں۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں۔ مدھوسودھن صرف
ایک بات میں ٹکرے سکتا ہے۔ اپنی دولت سے آج صبح جوہری سے اس نے تین
انگوٹھیاں خریدی ہیں۔ دیکھنا چاہتا ہے۔ کہ کمدنی کو کونسی پسند ہے۔

جب مدھوسودھن اندر گیا۔ تو اس نے دیکھا۔ کہ کمدنی ٹرنک کھول کر اس میں اپنے
کپڑے اور دیگر سامان سنبھال کر رکھ رہی ہے۔ اس نے پوچھا۔ کہیں جا رہی ہو کیا؟"

"رجب پور۔"

" اس کے معنے۔"

" تم نے اپنی دراز کھو لنے کے قصور پر دیور جی کو سزا دی ہے۔ وہ سزا اصل میں مجھے ملنی چاہیئے۔"

منا نامدھو سودھن کی عادت دعتی" جانے دو۔ دیکھیں کتنے دن رہتی ہے" یہ سوچکر دہ ناتا تھا باہر چلا گیا۔ اور نوین کو بلا کر کہا۔ "بڑی بہو کو تم لوگوں نے بھڑکا دیا ہے۔"

نوین نے بغیر ہچکچاہٹ کہا۔ "بھائی صاحب! بڑی بہو کو بھڑکانے کیلئے گھر میں کسی اور کی ضرورت نہیں۔ تم اکیلے ہی بہت ہو۔"

مدھوسودھن نے گرج کر کہا۔ "بس زیادہ بزدگی نہ چھانٹ یہ سب تمہاری ہی شرارت ہے۔ کیا تم لوگوں نے اسے نہیں سکھایا۔"

" قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ خیال بھی نہیں کیا۔" اگر بڑی بہو ضد کر کے ہمارے ساتھ جائے۔ اور مخالفین اس امر کی خبر اخباروں میں چھپوائیں۔ تو بھی منجھلی بہو پر شک نہ کرنا۔"

مدھو سودھن نے پھر دھمکا کر کہا۔ "چپ رہ اگر بڑی بہو جانا چاہتی ہے۔ تو میں نہیں روکتا۔"

" ہم لوگ اسے کھلائیں گے کہاں سے؟"

" اپنی بہو کے زیور فروخت کر کے۔ جا یہاں سے نکل جا ابھی گھر سے۔" نوین چلا گیا۔
نوین نے جب موتی کی ماں کو سب باتیں سنائیں۔ تو وہ کمدنی کے پاس آئی۔ اور بولی۔

" یہ کیا کر رہی ہو۔ بہو رانی۔"

" تم لوگوں کے ساتھ چلوں گی؟"

" اول تو تمہیں لے چلنے کی طاقت ہی ہم میں نہیں۔ اور جیٹھ جی تو پھر ہم لوگوں کا

منہ نہ دیکھیں گے۔ ہم لوگ بڑے غریب ہیں۔"

"تو پھر میرا منہ بھی نہ دیکھیں گے۔ میں تو بھی کم غریب نہیں ہوں۔ میرے لئے تم سزا پاؤ یہ برداشت نہیں کر سکتی۔"

"یہ تو ہمارے ہی پاپوں کی سزا ہے۔ ہم ہی لوگوں نے تو خبر دی ہے تمہیں۔"

"میں اگر خبر لینا چاہوں تو کیا یہ قصور ہے ۔۔۔۔ خیر! قصور، لوگوں نے بھی کیا ہے۔ اور میں نے بھی۔ دونوں ہی ایک ساتھ چلیں گے۔"

آخر موتی کی ماں شکست مان کر واپس ہوئی۔ تو مدھوسودھن نے کمرے میں داخل ہو کر کہا۔ بڑی بہو تم نہیں جا سکتیں۔ میرا حکم ہے۔"

"اچھا تو نہیں جاؤں گی۔ اس کے بعد کیا حکم ہے۔"

"اپنا سامان پیک کر یا بند کر دو۔"

"یہ لو بند کر دیا۔" کہہ کر کمدنی کمرے سے باہر نکل گئی۔ مگر مدھوسودھن نے پھر بلا کر کہا۔ "تمہارے لئے انگوٹھی لایا ہوں" اس نے سب ڈبیاں کھول کر دکھائیں۔ اور کہا۔ "جو تمہیں پسند ہو پہن سکتی ہو۔"

"تم جس کے لئے حکم دو گے پہن لوں گی۔ حکم دو اور تینوں پہن لوں گی۔"

"میں پہنائے دیتا ہوں۔" اور اس نے انگوٹھیاں پہنا دیں۔ "کمدنی نے کہا۔ "اور کچھ حکم ہے۔"

"بڑی بہو تم غصہ کیوں ہوتی ہو۔"

"میں ذرا بھی غصہ نہیں ہوتی۔" یہ کہہ کر وہ پھر باہر چلی گئی۔

مادھوسودھن نے اسے پھر بلا کر کہا۔ "سنو بھی تو۔"

"کہو کیا کہتے ہو۔" کمدنی نے آکر کہا۔

مدھوسودھن غصہ میں بولا۔ "لاؤ انگوٹھیاں واپس دے دو اور جاؤ چلی جاؤ۔"

کمدنی نے انگوٹھیاں اتار کر رکھدیں اور چلی گئی۔

(۲۶)

اب تک مدھوسودھن کی زندگی میں کوئی سلسلہ نہ ٹوٹا تھا۔ ہر ایک دن کا ہر ایک لمحہ مقررہ اصول سے بندھا ہوا تھا۔ مگر ایک مقررہ چیز نے آکر سب نظام درہم برہم کر دیا۔ یہ جو دفتر سے گھر کی طرف جارہا ہے۔ آج کی رات کس ڈھنگ سے گذرے گی۔ اس کا بالکل کچھ علم نہیں۔ کھانا کھا کر وہ سونے کے کمرے میں گیا۔ مسہری اٹھا کر بستر پر لیٹا۔ مگر نیند نہیں آئی۔ رات گذرتی گئی۔ آخر ایک بج گیا۔ مگر اس کی آنکھ نہ لگی۔ اب اس سے رہا نہ گیا۔ بچھونے سے اٹھ کر سوچنے لگا۔ کمدنی کہاں ہے؟ بنکو فراش کو سخت حکم دیا تھا۔ فراش خانے میں تالا لگا ہوا تھا۔ چھت پر بھی دیکھ آیا تھا۔ وہاں کوئی نہ تھا۔ نیچے برآمدے میں جوتے نکال کر آہستہ آہستہ کمدنی کو ڈھونڈنے چلا۔ موتی کی ماں کے کمرے کے سامنے پہنچکر اس نے سنا۔ خاوند بیوی کچھ باتیں کر رہے ہیں۔ جو سنائی نہیں دیتیں۔ اندرونی محل سے باہر جانیکا جو راستہ تھا۔ وہاں آتے ہی مدھوسودھن نے دیکھا۔ کہ شیاما لال دوشالہ اوڑھے کھڑی ہے۔ اس نے کہا۔ کیا کر رہی ہو یہاں اتنی رات گئے؟

شیاما نے کہا۔ سو رہی تھی۔ باہر پیروں کی آہٹ سن کر دہشت ہو گئی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شاید کوئی۔۔۔۔

مدھوسودھن نے کہا۔ دیکھتا ہوں تم بہت سر پر چڑھ گئی ہو۔ جاؤ جاکر سوؤ۔"

شیام سندری بہت دن سے اس سے دو دو باتیں کرنا چاہتی تھی۔ اس نے حسرت ناک منہ بنا کر مدھوسودھن کی طرف دیکھا۔ اور پھر منہ پھیر کر آنچل سے آنکھیں پونچھیں اور پھر بولی " چلا کی نہ کرو گی دیور جی۔ ہم آج ہی یہاں نہیں آئے۔ ہمارا تعلق کتنا پرانا ہے۔ پھر ہم لوگوں سے کیسے سید اشتت ہو" یہ کہہ کر شیاما جلدی چلی گئی۔"

مدھو سودھن چند لمحہ ٹھہر کر باہر کی طرف چلا۔ جہاں چوکیدار سے اس کا سامنا ہوا جس نے ہاتھ باندھ کر کہا۔ "کیا حکم ہے حضور؟"

مدھو سودھن نے جواب دیا۔ "دیکھنے آیا ہوں انتظام ٹھیک ہے یا نہیں؟"

مدھو سودھن نے بیٹھک خانے میں جا کر دیکھا۔ نوین ایک تکیہ سے لپٹ کر گدی پر پڑا سو رہا ہے۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر ہلایا۔ تو وہ جاگ اٹھا۔

مدھو سودھن نے اسے کہا۔ "جا بھی بڑی بہو کو جا کر کہہ میں اسے اوپر بلا رہا ہوں۔"

اتنا کہہ کر وہ فوراً اندر چلا گیا۔

کمدنی اطلاع ملتے ہی کمرے میں آئی۔ اور ایک طرف صوفے پر بیٹھ گئی۔ مدھو سودھن فوراً اس کے پاؤں کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ کمدنی شرم سے اٹھنے لگی۔ تو مدھو سودھن نے ہاتھ پکڑ کر اسے بٹھا لیا۔ اور بولا ۔ "اٹھو مت بنو میری بات سنو۔ مجھے معاف کر دو۔ میں نے قصور کیا ہے ..... نوین کو منجھلی بہو کو رجب پور جانے کی ممانعت کر دوں گا۔ یہیں تمہاری خدمت میں رہیں گے ..... "پھر ہاتھ جوڑ کر نرمی سے کہا۔ "میں ابھی آتا ہوں۔ بتاؤ تم چلی تو نہ جاؤ گی۔"

کمدنی نے کہا۔ "نہیں جاؤں گی نہیں۔"

مدھو سودھن جب ظالم اور سخت بنتا ہے۔ تو وہ حالت کمدنی کے لئے اتنی مشکل نہیں ہوتی۔ لیکن آج اس کی عاجزی نے چکر میں ڈال دیا۔ اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ وہ کیا کرے۔

اتنے میں نوین اور موتی کی ماں کو ساتھ لے کر مدھو سودھن آ پہنچا۔ اور انہیں کمدنی کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا۔ "تم کو اب رجب پور جانے کی ضرورت نہیں۔ تم کو بڑی بہو کی خدمت سپرد کی جاتی ہے۔"

دونوں اس خلاف توقع حکم کو سن کر حیران رہ گئے۔ مدھو سودھن کمدنی کا دل

تبدیل کرنے کے لئے آج تمام وسائل سے کام لینا چاہتا تھا۔ اپنی تمام زندگی میں اس نے کبھی بھی اس طرح سے اپنی بے عزتی برداشت نہ کی تھی۔ جو چیز وہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس کے لئے اس نے سب سے بڑی قیمت ادا کر دی تھی۔ اب کمدنی کے دلمیں اتار چڑھاؤ ہونے لگا۔ وہ اس چیز کو کس طرح اپنائے۔ اس کے بدلے میں وہ کیا دے سکتی ہے۔ موتی کی ماں کو کسی بہانے کمدنی اگر روک سکتی تو وہ بچ جاتی۔ نوین چلا گیا۔ اور موتی کی ماں بھی چپ چاپ اس کے پیچھے چلدی....

مدھوسودھن نے کہا: "بڑی بہو۔ کپڑے تبدیل کر کے سوؤ گی نہیں اب؟"

کمدنی نے اٹھ کر نہانے کے بغل کے کمرے میں داخل ہو کر اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ مدھوسودھن انتظار کرتا رہا اس درمیان میں اس نے آئینہ میں اپنا منہ دیکھا۔ سر میں جہاں سخت بال بری طرح کھڑے رہتے تھے۔ ان پر کئی بار "برش" پھیرا۔ اور کپڑوں پر بہت سا لونڈر انڈیل دیا۔

پندرہ منٹ اور آخر آدھ گھنٹہ ہو گیا۔ کپڑے تبدیل کرنے میں تو اتنا وقت صرف نہیں ہوتا۔ مدھوسودھن نے دروازے سے کان لگایا۔ کوئی آواز سنائی نہ دی۔ چند لمحے انتظار کر کے اس نے دروازے کے پاس جا کر کہا۔ "بڑی بہو ابھی فارغ نہیں ہوئی؟"

تھوڑی دیر میں جو کپڑے پہنے ہوئے تھی۔ اسی طرح کمدنی دروازہ کھول کر آگئی۔ آج وہ بہت خوبصورت معلوم دے رہی تھی۔ ایک عجیب تصویر سی ـــ گول گول گورے ہاتھوں میں سونے کے چکنے کڑے ہیں.... بدن پر خاکی رنگ کا قمیض اور لال کناری کا ایک دوشالا ہے۔ مدھوسودھن نے آج اسے پھر نئی شکل میں دیکھا۔ مگر مدھوسودھن نے اس کی اداسی کو دیکھکر سمجھ لیا۔ کہ وہ تیار ہو کر نہیں آئی ہے.... پھر بھی اس نے پاس جا کر آہستہ سے کہا۔ "سوؤ گی نہیں بڑی بہو۔"

کمدنی نے سمجھا تھا۔ مدھوسودھن غصے ہوگا۔ مگر یہ الفاظ سن کر اس کی آنکھیں ڈبڈ با

آئیں۔ زمین پر مدھو سودھن کے پاس بیٹھ کر بولی "معاف کرو مجھے۔"
مدھو سودھن نے جلدی سے اسے چوکی پر بٹھا کر کہا "کیا قصور کیا ہے۔ تم نے جو معاف کر دوں۔"
کمدنی نے کہا "ابھی تک میرا دل تیار نہیں ہوا ہے۔ مجھے کچھ وقت دو۔"
مدھو سودھن کے دل پر سخت چوٹ لگی۔ اس نے کہا "کس لئے وقت دینا ہوگا۔ تم کہنا چاہتی ہو کہ میں تمہیں اچھا نہیں لگتا۔"
کمدنی سخت مشکل میں پھنس گئی۔ بات سچ بھی ہے۔ اور نہیں بھی۔ کمدنی نے کہا :۔ "میں دھوکا دینا نہیں چاہتی۔ اسی لئے تو وقت چاہتی ہوں۔"
مدھو سودھن ذرا سختی سے بولا "وقت دینے سے فائدہ؟ اپنے بھائی کے ساتھ صلاح کر کے پھر خاوند کے ساتھ رہنے کی منشا ہے۔ تمہارے بھائی تمہارے گورو ہیں کیا؟" کیونکہ مدھو سودھن کا پختہ خیال ہے۔ کہ جس طرح اسے ہر روز اس علاج نیگا۔ یہ ویسے ہی چلے گی۔
کمدنی فوراً بول اٹھی "ہاں بھیا میرے گورو ہیں۔"
"بغیر ان کے حکم کے آج کپڑے نہ بدلو گی۔ بستر پر نہ سوؤ گی۔ ایسی بات تجھے معلوم نہ تھی۔"
کمدنی مٹھیاں بند کئے۔ پتھر کی طرح کھڑی رہی۔
"تو تار دے کر حکم منگا دوں۔ رات بہت ہو گئی ہے۔"
کمدنی نے کچھ جواب نہ دیا۔ اور چھت پر جانے کے لئے دروازہ کی طرف بڑھی۔
مدھو سودھن نے کڑک کر کہا "جا نا مت کہے دیتا ہوں۔"
کمدنی گھوم کر کھڑی ہو گئی۔ اور بولی۔ "کیا چاہتے ہو کہو بھی۔"
"ابھی فوراً کپڑے بدل کر آؤ" گھڑی نکال کر بولا "پانچ منٹ وقت دیا جاتا ہے۔"
کمدنی اسی وقت بغل کے غسلخانے میں چلی گئی۔ اور کپڑے اتار کر ساڑھی کے اوپر ایک موٹی چادر اوڑھ آئی۔ اب وہ دوسرے حکم کی منتظر تھی۔ مدھو سودھن سمجھ گیا۔ کہ یہ جنگی لباس ہے۔

غصہ بڑھ گیا۔ مگر پھر رُک کر کہا۔ "اب تم کیا کرنا چاہتی ہو۔ مجھ سے کہو تو"

"جو تم کہو گے وہ کر دوں گی۔"

مدھو سودھن ناامید ہو کر بیٹھ گیا۔ اس نے محسوس کیا۔ کہ جو سمندر اس کے اور کمدنی کے درمیان ہے۔ اسے ڈانٹ پھٹکار سے پار نہیں کیا جا سکتا۔ چپ چاپ بیٹھا رہا۔ کمدنی کمرے سے باہر نہیں گئی۔ وقت گویا ایک گہرے گڑھے کی طرح سنسان ہو کر منہ پھاڑے کھڑا ہے۔ کل دفتر میں مدھو سودھن کو بہت کام ہے۔ بہت سی باتیں اس کے دماغ میں گھوم گئیں۔ پھر مدھو سودھن کمدنی کے پاس جا کر بولا "بڑی بہو۔ تمہارا دل کیا پتھر سے بنا ہے۔" یہ "بڑی بہو" لفظ کمدنی کے دل پر گہرا اثر کرتا ہے۔ اس والدہ کی زندگی کی یاد تازہ کر دیتا ہے۔ کمدنی منہ پھیر کر کھڑی ہو گئی۔

مدھو سودھن نے بڑی حسرت سے کہا "میں تمہارے اہل نہیں۔ لیکن کیا مجھ پر رحم نہ کھاؤ گی۔"

کمدنی سٹ پٹا کر بولی "نہیں نہیں ایسا نہ کہو" اور زمین پر گر کر مدھو سودھن کے پاؤں کی خاک پیشانی کو لگا کر کہنے لگی "میں تمہاری داسی ہوں۔ مجھے حکم دو۔"

مدھو سودھن نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھا کر چھاتی سے لگا لیا اور بولا "نہیں نہیں حکم نہ دوں گا۔ تم اپنی مرضی سے میرے پاس آؤ۔"

کمدنی مدھو سودھن کے بازوؤں کے درمیان ہانپنے لگی۔ لیکن اس نے اپنے آپ کو آزاد کرانے کی کوشش نہیں کی۔

مدھو سودھن نے روندھے ہوئے گلے سے کہا "میں تمہیں حکم نہ دوں گا۔ پھر بھی تم میرے پاس آؤ" اور پھر اسے چھوڑ دیا۔

کمدنی کے خوبصورت چہرے پر سرخی دوڑ گئی۔ اس نے نیچی نگاہیں کر کے کہا:۔

"تم حکم دو تاکہ میرا راستہ آسان ہو جائے۔ مجھے اپنے آپ کچھ نہیں سوجھتا۔"

• اچھا تم اپنی چادر اتار دو۔ یہ مجھے اچھی نہیں لگتی۔"

کمدنی نے ہچکچاہٹ سے چادر اتار دی۔ مدھوسودھن پر کیف کی سی حالت طاری ہو گئی اس کے حسن کو دیکھ کر۔ پھر داس اور مدھوسودھن کے درمیان کمدنی کی محبت کا کتنا بنیادی فرق ہے۔ چادر اتارتے ہی ان سب باتوں نے آندھی کے ایک جھٹکے کی طرح مدھوسودھن کو ایک بڑا بھاری دھکا دیا۔ کیونکہ اس کے بدن پہ ایک ڈھد پٹے کی ساڑھی رہ گئی تھی۔ جو اس کے میکے کی تھی۔ سسرال کی قیمتی سے قیمتی کپڑوں کی طرف کمدنی نے کبھی دیکھا تک نہ تھا۔ ایک دوشیزہ ہی امارت کا غرور نیچا کر سکتی ہے۔ مدھو سودھن اسے کس چیز کا لالچ دے سکتا ہے.... پھر اسے کہا۔" چلو۔ تم سونے چلو۔"

کمدنی خاوند کے منہ کی طرف دیکھتی رہی۔ گویا یہ سوال کر رہی تھی۔" پہلے تم پلنگ پر نہ جاؤ گے۔"

مدھوسودھن نے پھر کہا۔" چلو اب دیر مت کرو۔"

کمدنی جب پلنگ پر پہنچ گئی۔ تو مدھوسودھن صوفے پر بیٹھ گیا بولا۔ یہیں بیٹھا ہوں۔ مجھے بلاؤ گی۔ تب آؤں گا۔ سالوں اسی طرح انتظار کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

کمدنی کا تمام جسم کانپ گیا۔ آج کیا یہ امتحان ہو رہا ہے۔ بچھونے پہ بیٹھی ہی بیٹھی وہ کہنے لگی۔" بھگوان تم مجھے کبھی نہیں بھلا سکتے۔ اب بھی میں تم پہ ہی وشواس کروں گی۔"

کمرے کے اندر سناٹا چھا گیا۔ چند لمحے بھی بہت سا وقت معلوم دینے لگا۔ کیا اس کی معاشرتی زندگی کی یہی تصویر ہے۔ دونوں طرف خاوند بیوی خاموش بیٹھے ہوئے ہیں... آخر نہ جانے کب کمدنی نے اپنی تمام طاقت کو اکٹھا کر کے پلنگ سے اتر کر کہا۔

" مجھے قصوروار نہ بناؤ۔"

مدھوسودھن نے سنجیدہ لہجہ میں کہا۔ کیا چاہتی ہو بتاؤ۔ کیا کرنا ہو گا۔ آخری لفظ بھی بالکل نچوڑ کر اس کے منہ سے نکلوا لینا چاہتا تھا۔"

کمدنی نے کہا: "چلو سوؤ۔"

"لیکن کیا اسی کا نام فتح ہے۔"

(۳۰)

دوسرے دن صبح جب موتی کی ماں کمدنی کے لئے کٹورے میں دودھ لائی۔ تو اس نے دیکھا۔ کہ اس کی آنکھیں لال ہو رہی ہیں۔ اور سوج گئی ہیں۔ چہرے کا رنگ فق ہو گیا ہے۔ اس کا خیال تھا۔ کہ کمدنی حسب معمول آج بھی چھت پر پوجا کرتی ہوئی ملیگی۔ مگر آج وہ وہاں نہ تھی۔ بغل کی دیوار کے سہارے تھکی ہوئی بغیر کچھ بچھائے یونہی بیٹھی ہے۔ شاید آج دیوتا سے غصے ہو گئی ہے۔

موتی کی ماں نے دودھ پینے کے لئے اصرار کیا۔ تو کمدنی نے کہا۔ "رہنے دو۔"

موتی کی ماں نے کہا۔ "کیوں رہنے دوں۔ میرے دودھ کے کٹورے نے کیا بگاڑا ہے تمہارا۔"

کمدنی نے جواب دیا۔ "ابھی میں نہائی نہیں ہوں۔ اور نہ پوجا کی ہے۔"

موتی کی ماں نے کہا۔ "جاؤ تم۔ نہانے جاؤ۔ میں بیٹھی انتظار کرتی رہوں گی اچھا۔"

نہانے کے بعد کمدنی نے چھت پر جا کر پوجا کرنے کی کوشش میں اس طرف قدم بڑھایا۔ مگر طبیعت نہیں مانی۔ وہ پھر وہیں زمین پر بیٹھ گئی۔ اس کا دل تیار نہ تھا۔

موتی کی ماں آج صبح آفس روم میں بیرا داس کی چٹھی دیکھنے گئی تھی۔ مگر دراز کا تالا بند تھا۔ اس لئے واپس آگئی تھی۔ اس نے کمدنی سے کہا۔ "خط کے بارے میں ٹھیک نہیں کہہ سکتی۔ تلاش کروں گی۔" یہ کہکر موتی کی ماں نے دودھ کا کٹورا پھر ایک بار کمدنی کے آگے بڑھا کر کہا۔ "بیجی دودھ ٹھنڈا ہوا جا رہا ہے۔ پی لو میری رانی بیجی۔"

اس دفعہ کمدنی نے دودھ پینے میں ہچکچاہٹ نہیں کی۔ اور موتی کی ماں واپس چلی گئی۔

کمدنی چند لمحوں کے بعد تفریح طبع کے خیال سے ہابلو کو پکڑ لائی۔ اور اسے چھاتی سے

لگالیا۔ پاجی لڑکے دو دن سے تم آئے کیوں نہیں۔"

"بابلو" نے کمدنی کے گلے میں باہیں ڈال کر کان میں کہا۔ تائی جی۔ تمہارے لئے میں کیا لایا ہوں۔ بتاؤ تو"

کمدنی نے اس کے گال کی چٹکی لیتے ہوئے کہا: دکھاؤ تو۔ اس کے بغیر مجھے کیا معلوم تم کیا لائے ہو۔"

"بابلو" نے بہت احتیاط سے جیب میں سے ایک کاغذ کا کھلونا نکالا۔ اور اسے کمدنی کی گود میں رکھ کر بھاگ جانے کی کوشش کرنے لگا۔

"نہیں تم بھاگ نہیں سکتے۔"

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ کمدنی موتی (بابلو) کو لے کر اندر چلی گئی۔ پوجا کے لئے بہت سے پھول رکھے ہوئے تھے۔ کمدنی نے پھولوں کا تھال بابلو کے سامنے رکھ دیا۔ اور بولی۔ "لو گے پھول"

"ہاں لوں گا۔"

"کیا کرو گے بتاؤ تو"

"پوجا پوجا کھیلیں گے"

کمدنی نے اس کے گال چوم کر کہا۔ "گوپال ان میں سے کون سا پھول تمہیں سب سے زیادہ اچھا لگتا ہے۔ بتاؤ تو"

بابلو نے کہا۔ "گلاب کا پھول۔ اسکارلنگ ٹھیک تمہاری ساڑھی جیسا لال ہے۔"

اتنے میں کمدنی نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ تو مدھوسودھن کھڑا تھا۔ پاؤں کی آہٹ تک سنائی نہ دی تھی۔ اور نہ نانخانے میں آنے کا اس کا وقت بھی نہیں ہے۔ کیوں کہ اس وقت دفتر میں کام کا بہت زور رہتا ہے"

مدھوسودھن کو دیکھتے ہی بابلو کا چہرہ سوکھ گیا۔ وہ اٹھنے لگا۔ تو کمدنی نے اسے

دبالیا۔ مگر مدھوسودھن نے پھر بھی دھمکا کر کہا: "یہاں کیا کر رہا ہے "۔
ہابلو۔ آہستہ سے اُٹھ کر چلا گیا۔
کمدنی آنکھیں نیچی کیئے صوفے کے ایک کنارے چپ چاپ بیٹھی رہی۔ صوفے پر اس کے پاس بیٹھ کر مدھوسودھن نے اس کا ایک ہاتھ کھینچ لینے کی کوشش کی۔ کمدنی ہٹانا نہیں چاہتی۔ کیونکہ اس کے ہاتھ کے نیچے ایک کاغذ کا کھلونا دبا ہوا ہے۔
مدھوسودھن نے کہا۔ "اس کاغذ میں کیا ہے۔ مجھے دو میں دیکھوں گا۔"
کمدنی نے کہا: "یہ میری خفیہ چیز ہے۔ میں یہ نہیں دکھا سکتی۔"
مدھوسودھن نے کہا۔ "اتنی حماقت! اور کہتے ہوئے زبردستی کمدنی کے ہاتھ سے اسے چھین لیا۔ دیکھا تو کچھ بھی نہیں۔"
مدھوسودھن کے کچھ کہنے سے پہلے کمدنی نے پوچھا۔ "بھائی کے ہاں سے تمہارے پاس کوئی آدمی آیا تھا۔ ان کی خبر لے کر۔
یہ بات کمدنی کو پہلے ہی معلوم ہوگئی۔ یہ جان کر مدھوسودھن جھنجھلا اٹھا۔ اور بولا: "یہی خبر سنانے کے لئے تو آج میں صبح ہی تمہارے پاس آیا ہوں۔
"بھیا کب آئیں گے "؟
"ایک ہفتہ کے اندر ؟"
"بھیا کی طبیعت کیا اور بھی خراب ہوگئی ہے "
"نہیں تو ایسی تو کوئی بات نہیں سُنی۔"
"بھیا کی کیا چٹھی آئی ہے۔"
"چٹھی کا بکس تو ابھی کھولا نہیں ہے۔ اگر ہوگی۔ تو تمہارے پاس بھیج دوں گا"
"بھیا کی چٹھی آئی ہے یا نہیں ایک بار ذرا دیکھو گے ؟"
مدھوسودھن کھانے پینے کے بعد حسب معمول اوپر کے کمرے میں جا کر پلنگ پر

لیٹ گیا۔ اور کمدنی کو بُلا بھیجا۔

کمدنی جلدی سے چلی آئی۔ آج بھیا کی چٹھی ملیگی۔ اندر جاکر پلنگ کے پاس کھڑی رہی۔

مدھوسودھن نے حقہ ایک طرف کرتے ہوئے کہا۔ "بیٹھ جاؤ۔"

کمدنی بیٹھ گئی۔ مدھوسودھن نے اسے جو چٹھی دی۔ اس میں لکھا تھا: "علاج کے لئے میں جلدی ہی کلکتہ آرہا ہوں۔ طبیعت ٹھیک ہونے پر تم سے ملنے آؤں گا۔ فرصت کے وقت اپنی خیریت کی اطلاع دیتی رہنا۔ تاکہ میں بے فکر رہوں۔"

خط پاتے ہی کمدنی کو گویا دھکا سا لگا۔ "بھیا کی طبیعت شاید ٹھیک نہیں۔" یہ خیال بار بار اس کے دل میں آنے لگا۔

مدھوسودھن کچھ اور کہنا ہی چاہتا تھا۔ کہ باہر سے کھانسنے کی آواز آئی۔ وہ سمجھ گیا۔ آفس کا صاحب آیا ہے۔ ساتھ ہی یاد آیا۔ کہ آج ڈائرکٹروں کی میٹنگ ہے۔ وہ شرمندگی محسوس کرنے لگا۔ کہ وہ ابتک تیار کیوں نہیں ہوا۔ جلدی سے اٹھ کر تیاری کرنے لگا۔

(۳۱)

مدھوسودھن کے جاتے ہی کمدنی اٹھ کر نیچے کو چلدی۔ زینے سے اترتے وقت دیکھا۔ کہ شیام سندری اوپر آرہی ہے۔ شیام سندری نے پوچھا۔ "کیوں بہو کہاں چلیں؟ میں تو تمہارے ہی پاس جارہی تھی۔ کوئی کام ہے کیا؟"

"نہیں ایسی کوئی خاص بات نہیں۔ دیکھا کہ دیور جی کا مزاج کچھ گرم ہے۔ اسلئے سوچا کہ ذرا بہو سے پوچھ آؤں۔ یاد رکھنا بہو۔ ان کے ساتھ کس طرح نبھ سکتی ہے۔ اس بات کی صلاح میں دے سکتی ہوں۔"

آج یکایک کمدنی کو معلوم ہوا کہ شیام سندری اور مدھوسودھن ایک ہی مٹی سے بنائے گئے ہیں۔ گویا شیام سندری اور مدھوسودھن کی دنیا میں ایک ہی ہوا چلتی ہے۔ شیام سندری جب دوستی کرنے آتی ہے۔ تو اس کا وہ سلوک کمدنی کو الٹی حالت

میں دھکیل دیتا ہے۔ طبیعت نہ معلوم کیسی ہونے لگتی ہے۔

کمدنی موتی کی ماں کے سونے کے کمرے میں داخل ہوئی۔ تو دیکھا کہ نوین اور وہ بیٹھے ہنسی مذاق کر رہے ہیں۔ موتی کی ماں نے کمدنی کو اپنے پاس بٹھا کر کہا۔

"جیجی تم مجھ سے کچھ کہنا چاہتی تھیں نہ۔ کہو تو بانوتی آدمی کو یہاں سے وداع کر دیا جائے۔"

"نہیں اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں نے سنا ہے۔ بھیا دو ایک دن میں آنے والے ہیں" کمدنی نے کہا۔

"ہاں کل ہی آئیں گے" نوین نے کہا۔

"کل ہی" حیران ہو کر کمدنی کچھ دیر چپ چاپ بیٹھی رہی۔ اور پھر گہرا سانس لے کر بولی "ان سے کیسے ملاقات ہو گی؟"

موتی کی ماں نے پوچھا۔ تم نے جیٹھ جی سے کچھ کہا نہیں"

کمدنی نے سر ہلا کر کہا "نہیں۔"

نوین نے کہا "ایک دفعہ کہو گی تو ضرور۔"

کمدنی خاموش رہی۔ اس کے چہرے سے حسرت کے آثار نمایاں تھے۔ نوین بھی اس کی صورت دیکھ کر بے حد غمگین ہوا اور بولا "فکر مت کرو بھابی۔ ہم سب ٹھیک کریں گے۔ تمہیں کچھ کہنا سننا نہ ہو گا۔"

بھائی صاحب کے سامنے نوین بچپن سے ڈرتا چلا آیا ہے۔ آج بھابی نے آکر اسے بے خوف کر دیا۔ کمدنی کے چلے جانے پر موتی کی ماں نے اپنے خاوند سے کہا۔

"اب کیا طریقہ استعمال کرو گے۔ مدھو سودھن کے سر پر تو بپرداس کے خلاف غصہ کا بھوت سوار ہے۔ اور یہ دنوں دن زیادہ ہی زیادہ خوفناک ہوتا جاتا ہے۔"

نوین نے کہا۔ "میں تم سے آج کہہ دیتا ہوں۔ بھورا نی کی بھیا سے ملاقات

آسانی سے نہ ہو گی۔"

"ایسا کہنے سے کام نہیں چلے گا۔ کوئی نہ کوئی طریقہ سوچنا ہو گا"

"علاج سوچ لیا۔ مگر بتا نہیں سکتا ؟"

"کیوں کیا شرم آتی ہے ؟"

"نہیں! بھائی صاحب کو ٹھگنا ہو گا۔ تم کیا کرو گی سُن کر۔"

جس سے پریم ہے۔ اس کے لیئے چال کھیلنے میں بھی مجھے کوئی ہچکچاہٹ نہیں"۔

اس کے بعد جو کچھ بات چیت ہوتی رہی۔ وہ بالکل فضول، اس سے اس ناول کا کوئی تعلق نہیں۔

(۲۲)

میٹنگ میں مدھوسودھن کی یہ پہلی شکست ہے۔ آج تک اس کے کسی بھی ریزولیوشن کو کسی بھی سکیم کو کوئی ٹال نہیں سکا۔ اسے اپنے پر جتنا بھروسہ تھا۔ اسکے ساتھیوں کو بھی اس پر اتنا ہی اعتماد تھا۔ اس لیئے کوئی ریزولیوشن پاس ہونے سے پہلے ہی وہ کام شروع کر دیتا تھا۔ اس دفعہ نئے کاروبار کے لیئے کچھ علاقہ خریدنے کی منظوری لینی تھی۔ آدمی بھی اُمید پر ہی رکھ لیئے تھے۔ مگر میٹنگ میں کوئی بھی بات پاس نہ ہو سکی۔

مدھوسودھن دیر سے گھر واپس آیا۔ اپنی قسمت پر مدھوسودھن کو اندھا اعتقاد ہو گیا تھا۔ آج اُسے ڈر معلوم ہوا۔ کہ شیطان اس کی زندگی کی گاڑی کو ایک لائن سے دوسری لائن پر چلانے کی تیاری کر رہا ہے۔ وہ اپنے دفتر کے کمرے میں آرام کرسی پر آ کر گر گیا۔ اتنے میں نوین نے آ کر خبر دی۔ "بہرداس کے ہاں سے آدمی آیا ہے۔ ملنا چاہتا ہے"۔

مدھوسودھن جھنجھلا کر بول اٹھا۔ "کہہ دو چلا جائے۔ ابھی مجھے فرصت نہیں ہے"۔

نوین نے مدھوسودھن کا رنگ ڈھنگ دیکھ کر سمجھ لیا۔ کہ میٹنگ میں کوئی غیر معمولی بات واقع ہو گئی ہے۔ نوین نے کچھ دیر تک گھوم پھر کر کمرے میں آکر دیکھا کہ اس کے بھائی صاحب پتوں والی نوٹ بک کے صفحے اُلٹ رہے ہیں۔ نوین کے اندر داخل ہوتے ہی مدھوسودھن نے منہ اٹھا کر روکھے لہجہ میں پوچھا۔ "پھر کیا ضرورت پڑ گئی۔ شاید بپرداس بابو کی طرف سے وکالت کرنے آئے ہوں گے۔ کیوں؟"

نوین نے کہا۔ "نہیں بھائی صاحب اس کی فکر نہ کیجیئے۔ ان کا آدمی یہاں سے ایسی پھٹکار کھا کر گیا ہے۔ اگر آپ خود بھی اسے بلاؤ تو بھی وہ اس طرف منہ نہ کرے گا۔ یہ بات بھی مدھوسودھن برداشت نہ کر سکا۔" انگلی ہلاتے ہی اُسے پاؤں پر جھکنا ہو گا۔ کس لئے آیا تھا وہ۔"

"تمہیں خبر دینے کہ بپرداس بابو کا آنا دو دن کے لئے ملتوی ہو گیا۔ طبیعت ذرا اور ٹھیک ہونے پر آئیں گے۔"

"اچھا اچھا اس کے لئے مجھے کوئی جلدی نہیں۔"

نوین نے کہا۔ بھائی صاحب آج سویرے گھنٹے دو گھنٹے کے لئے ذرا چھٹی چاہیئے۔"

کیوں۔"

"آپ سُنیں گے۔ تو غصہ ہوں گے۔ "کنبھ کونم" سے ایک جوتشی جی مہاراج آئے ہیں۔ ان سے ایک بار قسمت کا حال پوچھنا چاہتا ہوں۔"

مدھوسودھن کا دل زور سے دھڑکنے لگا۔ اس کی خواہش ہوئی۔ کہ اس کے پاس ابھی دوڑا ہوا جائے۔ اوپر سے ڈپٹ کر بولے۔ "تم کو جیوتش پر اعتقاد ہے۔"

"قدرتی حالت میں تو نہیں کرتا۔ مگر ڈر لگنے پر کرتا ہوں۔"

"کس بات کا ڈر ہے۔ آخر بتاؤ تو سہی۔"

نوین نے سر کھجلاتے ہوئے جواب دیا۔ اس دنیا میں کسی سے نہیں ڈرتا
آپ کے علاوہ کچھ دن سے آپ کا سلوک دیکھ کر میرا دِل چنچل ہوا ٹھا ہے"
"تم تو ناستک ہو۔ تم کسی کو بھی نہیں مانتے۔"
"دیوتاؤں پہ اعتقاد ہوتا تو گدھوں پہ اعتقاد نہ کرتا۔ بھائی صاحب جو ڈاکٹر
کو نہیں مانتا۔ اسے کبھی کبھی نیم حکیم کو ماننا پڑ ہی جاتا ہے"
"پڑھ لکھ کر تم رہے گدھے کے گدھے ہی جو جیسا کہہ دے۔ اسی پر اعتقاد
کر دگے تم"
اس کے پاس جو بھر گو سنگھتا ہے۔ اس میں ہر زمانہ میں پیدا ہونے والے
ہر شخص کی جنم پتری تیار پڑی ہے"
"جو لوگ بے وقوفوں کو بہکا کر اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔ ان کے لئے پرماتما
تم جیسے بے وقوف بھی کافی تعداد میں پیدا کرتا ہے"
اور ان بے وقوفوں کو بچانے کے لئے آپ جیسے عقلمندوں کو بناتا ہے۔
لیکن آپ بھی ایک دفعہ بھر گو سنگھتا کو ضرور آزماؤ۔ یہ بھی ایک سائنس ہے۔ تم
یقیناً اس کے قائل ہو جاؤ گے"
مدھوسودھن خوش ہو کر حقہ گڑگڑانے لگا۔
دوسرے دن صبح مدھوسودھن نوین کے ساتھ بنبکٹ شاستری کے مکان
پر پہنچا۔ نوین نے آواز دی۔ شاستری جی!
ایک میلا سا کپڑا اوڑھے ایک کالا پست قد آدمی کوٹھری میں گھسا۔ شاستری
جی کی شکل و صورت دیکھ کر مدھوسودھن کو بالکل بھی عقیدت نہ ہوئی۔ مگر چند
منٹوں میں ہی شاستری جی نے مدھوسودھن کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ کچھ صفحے گو سنگھتا کے الٹنے پر
جب مدھوسودھن کی کنڈلی ہو بہو نکال کر دکھائی۔ تب تو مدھوسودھن حیران

ہی رہ گیا۔

شاستری جی نے کچھ سوچ و چار کر گرہوں کا اثر ظاہر کرنا شروع کیا۔ ان کے لیکچر میں یہ الفاظ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ کے گھر میں لکشمی آئے گی۔ کچھ دن ہوئے لکشمی جی نے نئی دلہن کی شکل میں گھر میں داخلہ حاصل کیا ہے۔ اس لئے ہوشیار ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اگر انہیں کوئی تکلیف ہوئی۔ تو قسمت ناراض ہو جائے گی۔"

مدھو سودھن چپ چاپ بیٹھا رہا۔ اسے شادی کے روز کی اس زبردست منافع کی بات یاد آ گئی۔ اور اس کے بعد کچھ ہی دنوں میں یہ شکست۔

واپسی پر مدھو سودھن چپ چاپ گاڑی پر بیٹھا رہا۔ نوین نے کہا۔ "میں تو اس کی باتوں پر اعتبار نہیں کرتا۔ آپ کے بارہ میں اس نے سب کچھ پہلے ہی پوچھ لیا ہوگا۔"

"بے وقوف کہیں کا۔ لاکھوں کروڑوں آدمیوں کی جنم پتریاں بھلا پہلے ہی کیسے تیار ہو جاتی ہیں۔ یہ تو پرانے زمانے کے رشی منیوں کی باتیں ہیں۔ اس دن پرواس کا جو گماشتہ آیا تھا۔ اسے تم خود جا کر بلا لانا۔ آج ہی درپیشت کرنا۔"

بھائی صاحب کو بے وقوف بنا کر نوین کا دل کچھ بے چین سا ہو گیا۔ اسے بار بار بھائی صاحب کو چھوٹی چھوٹی باتوں میں دھوکا دینا پڑا ہے۔ لیکن آج اتنا گھما پھرا کر اتنے بڑے جال بچھانے کی پشیمانی نے اسے مضطرب کر دیا۔

(۳۳)

مدھو سودھن کے دل پر سے ایک بڑا بھاری بوجھ اتر گیا۔ جیوتشی کے یہ الفاظ "لکشمی جی گھر میں آئی ہیں۔ انہیں خوش کرنا ہوگا۔" اب تک اس کے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ جی چاہنے لگا۔ ابھی کمدنی کے پاس جا کر اس کی پوجا شروع کر دے۔ لیکن آج اب وقت کہاں۔ کاروبار کے متعلق بہت سے معاملات سلجھانے کے لئے دفتر جانا ہوگا۔ کھانے کی فرصت نہیں۔

ادھر تمام دن کمدنی کے دل میں اتھل پتھل ہوتی رہی۔ بھیا کی طبیعت ٹھیک نہیں وہ آئیں گے۔ ان کے ساتھ ملاقات ہو سکے گی یا نہیں۔ آج چھت پر بیٹھنے کا موقعہ نہ تھا۔ ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ زینہ ختم ہوتے ہی ایک ڈھکی ہوئی جگہ تھی۔ وہیں کمدنی بیٹھی رہے۔ اس کے دل میں طرح طرح کے خیالات اُٹھ رہے ہیں۔

اتنے میں مرلی بستر بچھانے آگیا۔ سردی کی وجہ سے اس کے ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے۔ کمدنی کو اس کی حالت پر رحم آگیا۔ اس نے پوچھا۔ "سردی لگتی ہے مرلی؟"

"ہاں اماں جی۔ بادل ہو رہے ہیں۔ اور سردی بھی خوب پڑ رہی ہے۔ جو گرم کپڑے مہاراجہ صاحب سے ملے تھے۔ وہ بیماری میں کسی اور کو دے دیئے۔"

کمدنی بغل کے کمرے میں جا کر الماری میں سے ایک خاکی رنگ کی گرم چادر نکال لائی اور بولی۔ "میں اپنی یہ چادر تمہیں دیتی ہوں۔"

مرلی نے نمسکار کر کے کہا۔ "قصور معاف ماں جی! مہاراجہ صاحب خفا ہوں گے۔"

کمدنی کو یاد آیا۔ اس گھر میں رحمدلی کا راستہ بہت تنگ ہے۔ کمدنی نے رنج میں بھرے ہوئے چادر کو زمین پر پھینک دیا۔ اور مرلی سے کہا۔ "نوین بابو اگر آ گئے ہوں تو انہیں ذرا بھیج دینا۔"

نوین کے کمرے میں پاؤں رکھتے ہی کمدنی نے کہا۔ "دیور جی! تمہیں ایک کام کرنا ہوگا۔ بتاؤ کرو گے؟"

"اگر اپنا کچھ نقصان بھی ہو تب بھی کرنے کے لئے تیار ہوں۔ ہاں اگر تمہارا نقصان ہو تب نہ کرونگا۔"

"میرا اور کیا نقصان ہوگا۔ میں نہیں ڈرتی۔" یہ کہہ کر اس نے اپنے ہاتھوں سے سونے کے موٹے چوڑے اتار لئے اور بولی۔ "ان چوڑیوں کو بیچ کر بھیا کے لئے بگیہ کرنا ہوگا۔"

" کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بھورانی۔ تم ان سے جو عقیدت رکھتی ہو۔ اسی لئے ان کے لئے پل پل بگیہ ہو رہا ہے "

" دیورجی! بھیّا کے لئے اب اور کچھ نہ کر سکوں گی۔ سنسار میں تم لوگ اپنے زور سے کام کر سکتے ہو۔ ہم تو وہ زور چلا نہیں سکتیں۔ ہم پر رحم کرنے والا کیا کہیں بھی کوئی نہیں ہے "

نوین کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ رات ہو چکی تھی۔ باہر سیڑھیوں میں پاؤں کی آہٹ سنائی دی۔ نوین چونک اٹھا۔ سمجھ گیا بھائی صاحب آ رہے ہیں۔ آج کا دن مدھو سودھن کے لئے بڑی حیرانی کا دن ہے۔ باہر آسمان پر بادل گھرے ہوئے ہیں۔ جھم جھم رم جھم بارش ہو رہی ہے۔ آج وہ بے دھڑک قدم رکھتا ہوا۔ گھر بھر کو بتلا دینا چاہتا ہے کہ وہ کمدنی سے ملنے جا رہا ہے۔

تھوڑی دیر کیلئے بارش تھم گئی۔ پاؤں کی آہٹ سن کر شیام سندری اپنے کمرے سے باہر نکل آئی۔ ہاتھ میں پان کا بھرا ہوا ڈبہ تھا۔ سب جانتے ہیں۔ کہ مدھو سودھن کی طبیعت کے مطابق وہ پان لگا سکتی ہے۔ اس نے مدھو سودھن کے سامنے پان کا ڈبہ کھول کر کہا۔" دیورجی! تمہارے پان لگے ہوئے ہیں۔ لیتے جاؤ۔"

پہلے والی بات ہوتی۔ تو اسی بہانے سے ہنسی مخول ہو جاتا۔ مگر آج کیا ہو گیا۔ کہیں شیاما سے چھوت نہ لگ جائے۔ اس ڈر سے پان بغیر لئے ہی مدھو سودھن جلدی سے نکل گیا۔ شیاما کی بڑی بڑی دونوں آنکھیں غصہ سے جل اٹھیں۔ پھر ان میں سے آنسوؤں کی بڑی بڑی بوندیں ٹپکنے لگیں۔ پرماتما جانتا ہوگا۔ شیام سندری مدھو سودھن سے محبت کرتی ہے۔

مدھو سودھن کے کمرے میں گھستے ہی نوین ان سے بولا۔ بھورانی کا دل مضطرب سا رہتا ہے۔ کسی گورو کے منہ سے شاستر اپدیش سننا چاہتی ہیں۔ اپنے گورو جی ہیں۔

تو بھی لیکن ....

مدھوسودھن جوشیلے لہجہ میں کہنے لگا۔ شاستر اُپدیش اچھی بات ہے دیکھ جائیگا۔ تمہیں اس سلسلہ میں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔"

نوین چلا گیا۔

مدھوسودھن تمام راستے دل ہی دل میں رٹتا چلا گیا۔ بڑی بہو تمہارے آنے سے میرے گھر میں اجالا ہوا ہے مدھوسودھن نے ذرا چپ رہ کر کہا "بڑی بہو چلی جانا چاہتی ہو۔ ذرا ٹھہرو گی نہیں"

مدھوسودھن کی بات اور اس کے گلے کی آواز سُن کر کمُدنی کچھ حیران سی رہ گئی۔ بولی: نہیں تو جاؤں گی کیوں"

"تمہارے لئے ایک چیز لایا ہوں۔ کھول کر دیکھو" یہ کہہ کر کمدنی کے ہاتھوں میں ایک سونے کی ڈبیہ دے دی۔

ڈبیہ کھول کر کمدنی نے دیکھا کہ بھیّا کی دی ہوئی نیلم کی انگوٹھی ہے۔ سینہ دھڑک اٹھا۔ کیا کرے۔ کچھ سمجھ میں نہ آیا۔

"یہ انگوٹھی میں تمہیں پہنا دینا چاہتا ہوں پہنانے دو گی"

کمدنی نے اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔ مدھوسودھن کمدنی کا ہاتھ گود میں رکھ کر خوب آہستہ آہستہ انگوٹھی پہنانے لگا۔ جان بوجھ کر ہی اس نے کچھ زیادہ وقت لگایا۔ اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر چوم لیا۔ اور بولا "میں نے غلطی کی تھی۔ تمہارے ہاتھ سے انگوٹھی اتار کر تمہارے ہاتھ میں کوئی بھی موتی ہو کوئی ہرج نہیں۔"

کمدنی کے چہرے سے یہ بات بالکل صاف جھلک رہی تھی۔ کہ اس کا یہ دان معمولی دان نہیں ہے۔ لیکن مدھوسودھن نے اور بھی کچھ ہاتھ میں رکھ چھوڑا ہے۔ وہ اسے ظاہر کرتے ہوئے بولا۔ تمہارے یہاں کا کالو ہرکارہ جی آیا ہے۔ ملو گی اس سے؟"

کمدنی کا چہرہ چمک اٹھا۔ بولی "کالو بھیا"۔

"یہیں بلا دیتا ہوں۔ تم لوگ بات چیت کرنا۔ تب تک میں بھوجن کرا آؤں گا۔"

اس احسان سے کمدنی کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔

(۳۴)

چیٹرجی زمینداروں کے ساتھ کالو کا دیرینہ خاندانی تعلق ہے۔ جتنے بھی ضروری اعتبار و بھروسے کے کام ہوتے ہیں۔ وہ سب اسکے ہاتھ سے ہی کرائے جاتے ہیں۔ کالو آج ہیرد اس کی طرف سے سود کی قسط ادا کر کے رسید لینے کے لئے مدھو سودھن کے دفتر میں آیا تھا۔ اس کا قد چھوٹا۔ رنگ گورا اور چہرہ بھرا ہؤا تھا۔ بڑی بڑی گھنی سفید مونچھیں تھیں۔ لیکن سر کے بال قریب قریب سب کالے تھے۔

کالو کے کمرے میں داخل ہوتے ہی کمدنی نے اسے پرنام کیا۔ دونوں غالیچے پر بیٹھ گئے۔ کالو نے کہا "چھوٹی لی ابھی تو اس دن آئی ہو تم۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ سالوں سے تمہیں نہیں دیکھا۔

"بھیّا کی طبیعت کیسی ہے۔ پہلے بتاؤ۔"

"بڑے بابو کی وجہ سے بہت فکر میں دن گذر رہے ہیں۔ تم جس روز چلی آئی ہو۔ اس کے دوسرے روز سے ہی بیماری بڑھ گئی ہے۔"

"بھیّا کل آئیں گے؟"

"کل آجانے کی بات تو پختہ ہی تھی۔ لیکن ابھی ایک دو دن کی دیر اور ہو گی۔ تمہاری طبیعت اب کیسی ہے۔ یہ تو بتاؤ۔"

"میں تو بالکل ٹھیک ہی ہوں۔"

کالو نے کچھ نہ کہا۔ لیکن کمدنی کے چہرہ کی خوبصورتی و کشش کہاں گئی؟ آنکھوں کے نیچے یہ سیاہی کیسی؟ اس کا ایسا چمکتا ہوا چہرہ پھیکا کیوں پڑ گیا؟ کمدنی کے

دل میں ایک سوال اٹھ رہا تھا۔ مگر وہ اُسے کہہ نہ سکتی تھی۔ "بھیا نے مجھے یاد کر کے کیا کچھ پیغام نہیں بھیجا۔"

اس کے اس پوشیدہ سوال کے جواب میں ہی گویا کالو نے کہا۔ "بڑے بابو نے میری معرفت تمہارے لیئے ایک چیز بھیجی ہے۔"

کمدنی نے بے صبری سے کہا۔ "کیا بھیجا ہے۔ کہاں ہے وہ؟"

"اسے میں باہر ہی چھوڑ آیا۔ مہاراج نے کہا ہے۔ اسے وہ خود ہی لائیں گے۔"

"اندر کیوں نہیں لائے۔ کیا چیز ہے۔ مجھے بتا تو دو۔"

"لیکن انہوں نے مجھے منع کر دیا ہے۔" گھر کے چاروں طرف اچھی طرح دیکھ بھال کر کالو نے کہا۔ "خوب عزت سے رکھا ہے تمہیں۔ بڑے بابو سے جا کر کہوں گا۔ کتنے خوش ہوں گے۔ پہلے تمہاری چٹھی پہنچنے میں دو دن کی دیر ہو گئی تھی۔ اس سے وہ بہت گھبرائے تھے۔ ڈاک میں کچھ گڑبڑ ہو گئی تھی پیچھے تین چٹھیاں اکٹھی ملیں۔

ڈاک کی گڑبڑ کہاں ہوئی تھی۔ کمدنی کو یہ اندازہ لگانے میں دیر نہ لگی۔ کالو کو کمدنی کچھ کھلانا پلانا چاہتی ہے۔ مگر حوصلہ نہیں ہوتا۔ اتنے میں موتی کی ماں نے دروازے کی اوٹ سے اشارہ کر کے کمدنی کو بلا کر کہا۔ تمہارے ہاں سے جو مکر جی مہاشہ آئے ہیں۔ ان کے لیئے کھانا تیار ہے۔ انہیں نیچے کے کمرے میں لے چلو۔"

کمدنی نے فوراً آ کر کہا۔ "کالو بھیا چلو بھوجن کر لو۔"

کچھ سوال جواب کے بعد آخر کالو نے کھانا کھا لیا۔ اسے کھلا پلا کر کمدنی اوپر کے کمرے میں چلی گئی۔ اچانک اس کے دل میں کچھ تکلیف سی محسوس ہونے لگی۔ وہ جانتی نہ تھی۔ کہ اس کی وجہ کیا ہے۔ آج بہت سی پرانی باتیں اس کے دل میں تازہ ہو گئیں۔ وہ کافی دیر مغموم سی بیٹھی رہی۔ اسی درمیان میں نہ جانے کب۔ مدھو سودن اس کے پیچھے کھڑا کھڑا دیوار میں لگے ہوئے آئینہ میں کمدنی کے چہرہ کا عکس دیکھنے لگا۔ وہ سمجھ

گیا۔ کہ کمدنی کا دل کہاں بھٹک رہا ہے۔ وہ غصہ نہیں ہٹوا۔ بلکہ کمدنی کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ اور آہستہ سے بولا۔ کیا سوچ رہی ہو بڑی بہو۔"

کمدنی چونک پڑی۔ چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔ مدھوسودھن نے اس کا ہاتھ پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا۔ اور بولا۔ تم کیا کسی طرح بھی میرے قابو میں نہ آؤ گی۔"

مدھوسودھن جب سخت رویہ اختیار کرتا تھا۔ تو اس کا جواب آسان تھا۔ مگر جب وہ اپنی شکست قبول کر لیتا ہے۔ تو کمدنی کے لئے اپنے آپ کو گالیاں دینے کے سوا کچھ جواب ہی نہیں بن پڑتا۔ خاوند کو اپنا دل نہ دینا ایک گناہ ہے۔ اسی خیال سے پریشان ہو کر اس نے اپنے خاوند سے کہا۔ "تم مجھ پر رحم کرو۔ مجھے تم اپنی بنا لو۔ حکم چلاؤ۔ مجھے سزا دو۔ مجھے معلوم ہوتا ہے۔ میں تمہارے لائق نہیں۔"

مدھوسودھن کو ہنسی آ گئی۔ کمدنی عقیدت مند بیوی کے فرائض انجام دینا چاہتی ہے۔ ایک گہرا سانس لے کر مدھوسودھن نے کہا۔ "کس بات کے لئے رحم کرنا ہوگا۔ تمہیں ایک چیز دوں تو تم کیا دو گی بتاؤ تو۔"

کمدنی سمجھ گئی۔ بھیا کی بھیجی ہوئی وہی چیز ہے۔ مدھوسودھن نے ریشمی کپڑے میں لپٹا ہوا۔ اسراج نکالا۔ اور اسے دیتے ہوئے کہا۔ "جیسی چیز ہو گی۔ قیمت بھی ویسی ہی لی جائے گی۔"

مدھوسودھن کیا قیمت چاہتا ہے۔ کمدنی کچھ سمجھ نہ سکی۔ اس کے چہرے کی طرف دیکھتی رہی۔ مدھوسودھن نے کہا۔ "اسے بجا کر سناؤ۔ شرماؤ مت۔"

کمدنی جانتی تھی۔ کہ مدھوسودھن کو علم موسیقی سے کوئی رغبت نہیں۔ اس لئے اس نے کہا۔ "گلا ٹھیک نہیں۔ پھر کسی دن سناؤں گی۔"

"کب سناؤ گی۔ ٹھیک ٹھیک بتاؤ۔ کل ضرور سنانا۔"

کمدنی نے وعدہ دے دیا۔ تو مدھوسودھن نے چمڑے کا ایک کیس نکالا اور بولا۔

تمہارے لئے موتیوں کا ایک ہار لایا ہوں۔ اسے لیکر تم اتنا خوش نہ ہوگی۔"

کمدنی کے سامنے میز پہ ہار کھلا پڑا رہا۔ دونوں میں سے کوئی بھی کچھ نہ بولا۔ کچھ دیر خواب کی سی حالت رہی۔ کچھ دیر بعد گویا ہوش میں آکر کمدنی نے ہار اٹھا کر گلے میں پہن لیا۔ اور مدھوسودھن کو پرنام کرکے بولی۔ "تم میرا گانا سنو گے ؟"

مدھوسودھن نے کہا۔ "ہاں سنوں گا۔"

"ابھی سناتی ہوں" یہ کہہ کر کمدنی ستار ٹھیک کرنے لگی۔ اور پھر اس نے گانا شروع کیا۔ مدھوسودھن کا دل جھومنے لگا۔ بجاتے بجاتے کمدنی یکایک ٹھٹک گئی۔ دیکھا کہ مدھوسودھن اس کے چہرے پر آنکھیں جمائے بیٹھا ہے۔ اس کا ہاتھ رک گیا۔ سہم گئی۔ بجانا بند کردیا۔

مدھوسودھن کا دل پگھل گیا اور بولا۔ "بڑی بہو تم کیا چاہتی ہو؟"

کچھ عرصہ کی خاموشی کے بعد کمدنی نے کہا۔ "اپنے نوکر مرلی کو ایک گرم چادر دینا چاہتی ہوں۔"

مدھوسودھن دنگ رہ گیا۔ مرلی پر بڑا غصہ آیا بولا۔ "نالائق مرلی نے شاید تمہیں تنگ کیا ہوگا۔"

"نہیں تو میں نے خود ہی اسے گرم کپڑا دینا چاہا تھا۔"

"اچھا دیکھوں تو کہاں ہے تمہاری چادر۔"

کمدنی گرم چادر اٹھا لائی۔ مدھوسودھن نے اسے لے کر خود اوڑھ لیا۔ چھوٹی گھنٹی بجانے پر ایک داسی (نوکرانی) آئی۔ اس سے کہا۔ "مرلی کو بھیجدو۔"

مرلی آکر ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہوگیا۔ تو مدھوسودھن نے کہا۔ "تمہاری ماں جی تم کو انعام دے رہی ہیں۔ اور اپنی جیب سے سو روپیہ کا نوٹ نکال کر کمدنی کے ہاتھ میں دے دیا۔ مدھوسودھن کی زندگی میں یہ پہلا موقعہ تھا۔ کہ اس نے بغیر مانگے۔ اور بغیر کسی

خاص وجہ کے نوکر کو سو روپیہ کا نوٹ دینا چاہا۔ مُرلی ڈر گیا۔ اور بولا "حضور!"

" حضور کیا۔ ابے بے وقوف ـــــ لے لے۔ اپنی ماں جی کے ہاتھ سے ان روپیوں سے جو تیرے دل آئے خوب گرم کپڑے خرید نا۔"

بات یہیں ختم ہو گئی۔ جس ندی میں کمدنی کا دل بہہ رہا تھا۔ وہ یکایک بند ہو گئی۔ کچھ زمین خریدنے کے بارہ میں بات چیت کے لئے شام سے ہی آدمی باہر کمرے میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ یاد آتے ہی مدھوسودھن اُٹھ کر بولا۔ کام ہے ذرا جاتا ہوں۔" یہ کہہ کر جلدی سے چلا گیا۔

(۳۵)

' اسراج' کی آواز سُن کر ہابلو اپنی تائی کے کمرے کے باہر پہنچا۔ اندر داخل ہونا چاہتا تھا۔ کہ تایا جی کے جوتوں پر نظر پڑی۔ وہ ٹھٹھک کر ایک طرف ہو گیا۔ مدھوسودھن کے جاتے ہی وہ کمرے میں گھُس گیا۔ اور کمدنی کی گود میں بیٹھ کر اس کے گلے سے لپٹ کر کانوں کے پاس مُنہ لے جا کر بولا " تائی جی۔"

کمدنی نے اسے چھاتی سے لگا کر کہا " ارے یہ کیا۔ تمہارے ہاتھ اتنے ٹھنڈے کیوں ہیں؟" اس کے جسم پر گرم دو شالا لپیٹ کر بولی " ابھی تک تم سوئے نہیں گوپال۔"

" تمہارا باجہ سننے آیا تھا کیسے بجاتی ہو۔ تائی جی مجھے سکھا دو گی؟"

اتنے میں موتی کی ماں نے آندھی کی طرح کمرے میں گھُس کر کہا " اچھا ڈاکو تو یہاں آ چھپا ہے۔ میں تو ڈھونڈتی ڈھونڈتی باؤلی ہو گئی۔ جا سو جا کر۔"

ہابلو کمدنی کو پکڑے رہا۔ کمدنی نے موتی کی ماں سے کہا " ارے نہیں۔ رہنے دو ذرا۔"

اس طرح اس کی ہمت بڑھ جانے پر آگے چل کر بہت مشکل ہو گی۔ جبھی اُسے

سُلا کر میں ابھی آتی ہوں۔"

"اب جا کر سوؤ۔ کل تمہیں باجہ سُناؤں گی۔" کمدنی نے کہا۔ مالبو مرضی کیخلاف اپنی ماں کے ساتھ سونے چلا گیا۔

تھوڑے عرصہ بعد موتی کی ماں نوین کی سازش کا نتیجہ معلوم کرنے پھر کمدنی کے پاس آئی۔ اور اس کی انگلی میں نسیلم کی انگوٹھی دیکھ کر سمجھ گئی۔ کہ تیر نشانہ پر بیٹھا ہے۔ وہ بات چیت شروع کرنے کے لئے بولی۔ جیجی! یہ باجہ تمہیں کس طرح ملا۔ جیٹھ جی نے لا کر دیا ہوگا۔"

"ہاں! انہیں نے لا کر دیا ہے۔ بھیا نے بھیجا ہے۔"

"پرسوں تمہارے بھیا آ جائیں گے۔ ان کے پاس جانے کی کوئی بات چیت نہیں ہوئی۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔"

"تو تم ویسے ہی چلی جانا۔ جیٹھ جی کچھ نہ کہیں گے؟ آج تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ جیٹھ جی تم پر بہت خوش ہیں۔"

"یہ خوشی کس لئے ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"

"اتنا بھی نہیں سمجھتی ہو۔ اب تک وہ کنارہ بارہ میں لگے رہے۔ اب جوں جوں تمہیں پہچان رہے ہیں۔ توں توں تمہاری عزت بڑھ رہی ہے۔"

"ایسی تو مجھ میں کوئی چیز نہیں ہے بہن۔"

"تم اپنی قیمت کیا جانوں جیجی۔ میری ایک عرض ہے تم سے۔"

"کیا بتاؤ۔"

"مجھ سے تم اپنے دِل کی بات کہا کرو۔ مجھ سے کچھ نہ چھپایا کرو۔ آج تم ایسا منہ کیوں بنائے بیٹھی ہو۔"

"سچی بات کہہ دوں۔ میں اپنے آپ سے ہی ڈرنے لگی ہوں"

"کیا بات ہے اپنے سے ڈرنا کیسا؟"

"میں اب تک اپنے کو جیسی سمجھ رہی تھی۔ آج دیکھتی ہوں۔ کہ ویسی میں نہیں ہوں"

"تمہارا دِل پریم نہیں کرنا چاہتا۔ اچھا سچی بات کہنا۔ کسی سے پریم کرتی ہو۔ پریم کیسے کہتے ہیں جانتی ہو"

"اگر کہوں کہ جانتی ہوں۔ تو تم ہنسو گی۔ اندھیری رات کو میں نے اندھیرا سمجھا ہی نہیں۔ آج روشنی میں آنکھیں کھلتے ہی اندر کچھ اور ہی دیکھ رہی ہوں۔ اور باہر کچھ اور اب سال کے بعد سال اور لمحوں کے بعد گذریں گے کیسے؟"

"تم کیا سمجھتی ہو کہ جیٹھ جی سے تم پریم کر ہی نہیں سکتیں"

"کر سکتی تھی۔ دِل میں ایک ایسی چیز بھر لائی تھی۔ کہ جس سے سب باتیں اپنے پسند کی کر لینا۔ میرے لئے بہت آسان تھا۔ مگر شروع میں ہی انہوں نے اُسے توڑ کر چکنا چور کر ڈالا ہے۔ میرے جسم کے اوپر کا نرم چمڑا کسی نے گھس کر اُڑا دیا ہے۔ اب چاروں طرف سے سب چیزیں مجھے ستا رہی ہیں۔ اپنے کو بھلائے رکھنے کی مجھے کہیں بھی ذرا گنجائش نہیں ملتی۔ کیا موت کے علاوہ عورتوں کے لئے اور کوئی جگہ نہیں"

آج تک کمدنی کے منہ سے ایسی جوشیلی باتیں نہ سُنی گئی تھیں۔ اور خصوصاً اس روز جب کہ مدھوسودھن اس پر خوش نظر آتا تھا۔

موتی کی ماں کچھ جواب نہ دے سکی۔ ذرا دیر چپ رہ کر کمدنی نے کہا۔ تم خوش قسمت ہو بہن؟ تبھی تو تم دیور جی سے پورے دِل سے پریم کر سکی ہو۔ میں سمجھتی تھی۔ سب ہی عورتیں خود بخود اپنے خاوندوں سے پریم کرتی ہوں گی۔ اچھا بہن سچ سچ کہنا۔ کیا سب عورتیں اپنے خاوندوں سے پریم کرتی ہیں۔

موتی کی ماں ذرا ہنس کر بولی: "بغیر پریم کے بھی اچھی عورت بنایا جا سکتا ہے۔ نہیں تو دُنیا چلے گی کیسے؟ گو باہر سے اس میں رکاوٹیں پڑتی ہیں۔ مگر اندر سے ان کو دُور کیا جا سکتا ہے۔"

"یہی دلاسا دیتی رہو۔ مجھے میں کر سکوں گی۔ ہار نہ مانوں گی۔"

"تم نہ کر سکو گی۔ تو کون کر سکے گا؟" یہ کہہ کر موتی کی ماں نے کمدنی کو چھاتی سے لگا لیا۔ اتنے میں باہر سے آواز آئی۔ "سنبھلی ہُو۔"

کُمدنی نے خوش ہو کر کہا۔ "آؤ دیور جی اندر چلے آؤ۔"

نوین اندر آ کر ادھر اُدھر کی باتیں کرنے لگا۔ تو مُرلی نوکر نے آ کر کہا: "راجہ صاحب دفتر میں بیٹھے آپ کو یاد کر رہے ہیں۔"

یہ سن کر نوین کا دل خراب ہو گیا۔ اس نے سوچا تھا۔ کہ مدھوسودھن آج دفتر سے آ کر سیدھے اوپر والے کمرے میں آئیں گے۔ مگر کشتی شاید درمیان میں ہی اٹک گئی۔

نوین کے چلے جانے پر موتی کی ماں نے آہستہ سے کہا۔ "لیکن جیٹھ جی تمہیں پیار کرتے ہیں۔ یہ بات یاد رکھنا۔"

کمدنی نے کہا۔ "یہی تو مجھے حیرانی معلوم ہوتی ہے۔ در اصل میں ان کے لائق نہیں ہوں۔ کل رات کو بیٹھی بیٹھی سوچنے لگی۔ کہ گویا میں ایک بیرنگ لفافہ ہوں۔ مجھے پیسے دیکر لیا گیا ہے۔ کھولتے ہی فوراً پکڑی جاؤں گی۔ کہ اندر چٹھی بھی نہیں ہے۔"

"جیجی تمہاری باتوں پر تو مجھے ہنسی آتی ہے۔ جیٹھ جی اگر دل کی بات کھولکر کہیں تو ضرور بتائیں گے۔ کہ وہ بھی تمہارے لائق نہیں ہے۔"

یہ بات تو انہوں نے مجھ سے کہی تھی۔ مجھے تو الٹا ڈر معلوم ہوتا تھا۔ میں نے سمجھا کہ میرے بارہ میں وہ غلطی کر رہے ہیں۔"

"تم نے ایسا کیوں سمجھا؟"

"بتاؤں! ــــ یہ جو میری شادی ہو گئی۔ یہ تو سب کچھ میں نے اپنے آپ ہی کر ڈالا میرے اندر اس معاملہ میں اتنی ضد تھی۔ کہ مجھے کوئی بھی نہ روک سکتا تھا۔ بھیا سب سمجھتے تھے۔ مگر میں بے وقوف تھی۔ ہمیشہ تکلیف ہی اٹھاؤں گی۔ یہ سب کچھ میرا ہی قصور ہے"۔

کچھ دیر چپ رہ کر موتی کی ماں نے پوچھا۔ "اچھا بیبی! تمہیں شادی کرنی ہے۔ اس بات کا تم نے کیا سوچ کر فیصلہ کیا تھا۔

اس وقت میں سمجھتی تھی۔ کہ خاوند بھلا بُرا کیسا بھی ہو۔ عورت کے لئے وہ قابل پرستش ہے۔ اس بارہ میں مجھے ذرا بھی شک نہ تھا۔ کہ پرماتما نے جس کو خاوند مقرر کر دیا۔ اسی سے میں پریم کروں گی۔ بچپن سے میں نے اپنی ماں کو دیکھا ہے۔ کتنی ہی کہانیاں سُنی ہیں۔ مجھے معلوم ہے۔ کہ شاستر کے مطابق اپنے کو چلانا بہت آسان بات ہے"

"بیبی! انیس سال کی لڑکی کے لئے شاستر نہیں لکھے گئے"۔

"آج سمجھی ہوں۔ کہ سنسار میں پریم تو ایک بالائی آمدنی ہے۔ اسے علیحدہ رکھ کر ہی دھرم کو جکڑ کر دنیا کے سمندر میں بہتا پڑے گا۔ دھرم اگر پھول پھل نہ دے تو کم سے کم خشک بن کر سنسار تو رہے۔"

موتی کی ماں خود کچھ نہ کہہ کر کمدنی کے مُنہ سے ہی سب باتیں کہلوانے لگی۔

(۳۷)

مدھوسودھن دفتر میں گیا۔ تو وہاں بھی خبر اچھی نہیں تھی۔ مدراس کا کوئی بڑا بنک فیل ہو گیا ہے۔ جس کے ساتھ اس کی کمپنی کا کاروباری تعلق تھا۔ اس کے بعد سُنا کہ ڈائرکٹر مدھوسودھن کی اجازت کے بغیر اپنے آدمیوں سے رجسٹروں کی جانچ کروا رہے ہیں۔ آجتک سب کو مدھوسودھن پر اعتبار تھا۔ مگر اب شک ہونے پر بڑے کام کی

چھوٹی چھوٹی غلطیاں پکڑ لینا مشکل نہ تھا۔ ان سب بے وقوفوں پر مدھوسودھن کو بہت غصہ آیا۔ مگر ان سے سمجھوتا کئے بغیر اور کوئی صورت نہ تھی۔ مدھوسودھن کو کچھ کم چوٹ نہ لگی تھی۔ مگر آج اس کی تکلیف گئی کہاں؟

نوین کے گھر آتے ہی مدھوسودھن نے اس سے پوچھا۔ میرے پرائیویٹ جمع خرچ کا رجسٹر باہر کے کسی آدمی کے ہاتھ پڑا تھا کیا معلوم ہے تمہیں؟"

نوین چونک کر بولا۔" یہ کیا بات؟"

" تمہیں اس کی کھوج کرنی ہوگی۔ خزانچی کے پاس کوئی آتا جاتا ہے یا نہیں۔ خوب ہوشیاری سے پتہ لگانا ہے۔ کن کن لوگوں کا ہاتھ ہے۔ اس میں۔"

نوکر نے آکر خبر دی کہ کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ مگر مدھوسودھن نے اسطرف دھیان نہ دیتے ہوئے نوین سے کہا۔" جلدی سے ہماری گاڑی تیار کروانے کیلئے کہہ دو۔"

نوین نے کہا۔" کھانا کھا کر نہیں جاؤگے۔ رات ہوگئی ہے۔"

" باہر ہی کچھ پی لوں گا۔ کام ہے۔"

نوین سر جھکائے کچھ سوچتا ہوا باہر چلا گیا۔ اس نے جو چال چلی تھی۔ شاید وہ بھی ظاہر ہو جائے گی۔"

یکایک پھر مدھوسودھن نے نوین کو بلا کر کہا۔" یہ چٹھی کمدنی کو دے آؤ۔"

نوین نے دیکھا۔ کہ بپر داس کی چٹھی ہے سمجھ گیا۔ کہ آج سویرے ہی یہ چٹھی آئی ہے۔ شام کو اپنے ہاتھ سے کمدنی کو دینے کیلئے انہوں نے اپنے پاس رکھ لیا تھا۔"

مدراس کا بنک فیل ہونے سے گھوشل کمپنی کو کتنا نقصان پہنچے گا۔ اس بات کو ٹھیک طور پر معلوم کرنے کا ابھی موقعہ نہیں آیا۔ کچھ بھی ہو۔ دن اچھے نہیں۔ اب اور سب باتیں بھول کر اسی کے لئے مدھوسودھن کو کمر کسنی ہوگی۔

رات کو مدھوسودھن سے بات چیت ہونے کے بعد نوین نے گھر آکر دیکھا کہ

کمدنی ابھی تک موتی کی ماں کے ساتھ بات چیت کر رہی ہے۔ نوین نے کہا "بہو رانی تمہارے بھیّا کی چٹھی آئی ہے۔"

کمدنی نے چونک کر چٹھی ہاتھ میں لی۔ کھولتے ہوئے ہاتھ کانپنے لگے۔ ڈر گئی۔ شاید کوئی بُری خبر نہ ہو۔ شاید یہ لکھا ہو۔ کہ ابھی ان کا آنا نہ ہو گا۔ بہت آہستہ آہستہ لفافہ کھولکر چٹھی پڑھی۔ ذرا دیر چپ رہی۔ چہرے سے تو یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ دل پر چوٹ لگی ہے۔ نوین سے بولی "بھیّا آج شام کو تین بجے کلکتہ آگئے ہیں؟"

"آج ہی آگئے۔ ان کی تو"

"لکھا ہے۔ کہ دو ایک دن بعد آنے کا خیال تھا۔ مگر کسی خاص وجہ سے پہلے ہی چلے.... آنا پڑا۔

کمدنی نے اور کچھ نہیں کہا۔ چٹھی کے آخر میں لکھا ہوا تھا۔ ذرا طبیعت ٹھیک ہوتے ہی تم سے ملنے آؤں گا۔ اسکا مطلب تو صاف یہی ہے۔ کہ تم ہمارے گھر نہ آنا۔ کمدنی نے کونسا قصور کیا ہے ـــ اس کا جی چاہا رونے کو۔ مگر پھر اس طوفان کو روک کر پتھر کی طرح سخت ہو کر بیٹھی رہی۔

نوین سمجھ گیا۔ کہ چٹھی میں کچھ نہ کچھ سخت بات لکھی ہوئی ہے۔ کمدنی کے جذبات کا جائزہ لیتے ہوئے وہ بولا۔ بہو رانی ان کے پاس تو کل ہی تمہیں جانا چاہیئے۔"

"نہیں میں نہیں جاؤں گی"۔ جونہی اس کے مُنہ سے یہ بات نکلی۔ پھر اس سے رہا نہ گیا۔ دونوں ہاتھوں سے منہ ڈھانپ کر رونے لگی۔

موتی کی ماں نے کوئی سوال نہ کر کے کمدنی کو چھاتی سے لگا لیا۔ کمدنی نے روندھے ہوئے گلے سے کہا۔ "بھیّا نے آنے کیلئے مجھے منع کر دیا ہے۔"

نوین نے کہا۔ "نہیں نہیں بہو رانی تم نے سمجھنے میں ضرور غلطی کی ہے۔"

کمدنی نے زور سے سر ہلا کر بتا دیا۔ کہ اس نے ذرا بھی غلطی نہیں کی۔

نوین نے کہا۔ تم نے کہاں غلطی کی ہے بتاؤں۔ انہوں نے سمجھا کہ بھائی صاحب تمہیں وہاں بھیجنا پسند نہ کریں گے۔ کہیں تمہیں بے عزت نہ ہونا پڑے اسی لئے تمہیں وہاں نہیں بلایا۔"

کمدنی کو بہت تسکین ہوئی۔ نوین کی بات بالکل ٹھیک ہے۔ بھیا کی محبت کو سمجھنے میں اس نے ایسی غلطی کیوں کی۔ اس بات پر اسے افسوس ہوا۔

موتی کی ماں نے ٹھوڑی کو ہاتھ لگا کر کمدنی کا منہ اوپر اٹھایا۔ اور بولی "تو وہ بھیا کی بات کی ذرا خلاف ہوا گی نہیں کہ ایک دم غرور کا سمندر امنڈ پڑا۔"

نوین نے کہا۔ بہو رانی! تو کل کے لئے تمہارے چلنے کی تیاریاں کر دوں نا؟"

"نہیں اس کی کوئی ضرورت نہیں؟

"واہ ضرورت کیسے نہیں۔ تمہیں ضرورت نہیں تو نہ سہی۔ مجھے تو ہے؟"

"تمہیں ضرورت کس بات کی؟"

"اپنے بھیا کی طرف سے میں ان سے لڑوں گا۔ تمہارے مقابلے میں شکست نہیں مانوں گا۔ کل تمہیں ان کے ہاں جانا ہی ہوگا۔"

کمدنی ہنسنے لگی۔ تو نوین پھر بولا۔ بہو رانی یہ مذاق نہیں ہے۔ اب منہ ہاتھ دھو کر بھوجن کرو۔ بھائی صاحب کی تو آج منیجر صاحب کے ہاں دعوت ہے۔ اس لئے وہ شاید سونے بھی اندر نہ آئیں گے۔" کمدنی کو اس خبر سے آرام ملا۔ رات کو سوتے وقت موتی کی ماں سے نوین کی اس سلسلہ میں بات چیت ہونے لگی۔ تم نے تو جیجی کو دلاسا دے دیا لیکن اب؟"

"لیکن اب کیا؟ نوین کی زبان اور کام ایک ہے۔ بہو رانی کو جانا ہی پڑے گا۔ پھر جو ہوگا۔ دیکھا جائیگا۔"

خاوند بیوی نے صلاح کر کے فیصلہ کیا۔ کہ یہ بات مدھو سودن کے سامنے رکھی جائے۔

کہ کل سویرے کمدنی صرف ایک دفعہ بیرداس کے ساتھ کچھ دیر کے لئے ملاقات کر آئے۔ اگر بھائی صاحب اس بات پر راضی ہو گئے۔ تو کمدنی کے دو چار دن وہاں ٹھہرنے کا بہانہ بنانے میں مشکل نہ ہو گی۔

مدھوسودھن بہت رات گئے گھر آیا۔ اور پھر کسی ضروری کام میں مشغول ہو گیا۔ نوین نے کمرے میں داخل ہو کر کہا "بھائی صاحب میں بھی کچھ کام کراؤں تمہارے ساتھ۔"

مدھوسودھن نے مختصراً کہا "بیوپار کے اس جھگڑے کو مدھوسودھن پورے طور پر سمجھ لینا چاہتا ہے۔ اس کام میں دوسرے کی امداد لینا اپنے آپ کو کمزور بنانا ہے۔"

نوین کچھ عرصہ کے لئے باہر آگیا۔ مگر کچھ دیر بعد ایک لیمپ بھائی صاحب کی میز پر رکھ کر نوین نے کہا "روشنی بہت کم تھی۔"

مدھوسودھن نے محسوس کیا۔ اس دوسرے لیمپ کی روشنی سے اسے کام میں بہت آسانی ہو گئی ہے۔ مگر نوین کو پوچھنے کا پھر بھی حوصلہ نہ ہوا۔ چند لمحوں کے بعد نوین نے حقہ پر چلم رکھ کر حقہ مدھوسودھن کے پاس کر دیا۔ مدھوسودھن حقہ پینے لگا۔ تو نوین نے بات چھیڑ دی۔ "بھائی صاحب آج سوئیں گے نہیں، بھورانی جاگ رہی ہوں گی۔"

"بیٹھی جاگ رہی ہو گی"۔ یہ بات مدھوسودھن کے دل میں چبھ گئی۔ مگر اس نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا "بڑی بہو سے کہہ دو کہ سو جائیں میں آج باہر سوؤں گا۔"

"نہیں تو انہیں یہیں بھیج دوں" کہکر نوین حقہ پینے لگا۔

مدھوسودھن نے جھنجھلا کر کہا "نہیں! نہیں!!"

"ان کے پاس بھی وقت تھوڑا ہے۔ آپ اگر تمام رات کام میں مصروف رہے تو شاید ان سے بات چیت پھر نہ ہو سکے۔"

"کیا ہوا۔"

"خبر آئی ہے۔ کہ بپرداس کلکتہ آ گئے ہیں۔ اسی لئے بھورانی کل صبح۔۔۔ صبح جانا چاہتی ہیں۔"

"زیادہ دیر کے لئے نہیں۔ صرف ایک بار۔۔۔"

مدھوسودھن نے زور سے ہاتھ ہلا کر کہا۔ "پھر جاتی کیوں نہیں ..... بس اب تم جاؤ نا۔"

حکم پاتے ہی نوین وہاں سے بھاگا۔ مگر مدھوسودھن نے اسے پھر بلا کر کہا۔ "بڑی بہو کچھ دن اپنے بابا کے ہاں ہی رہے گی۔ تم انتظام کر دینا۔"

نوین خوش ہو کر چلا گیا۔ مدھوسودھن کا کام چلتا رہا۔ مگر اس کے دل میں کام کے خلاف اب خیالات کی اور لہریں بھی پیدا ہونے لگیں۔

بارش بند ہو گئی ہے۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ مدھوسودھن رجسٹروں پر جھکا مگر اس کے دل کے آسمان سے گویا ایک صاف آواز گونجنے لگی۔ "بہو رانی شاید بیٹھی جاگ رہی ہوں گی۔"

مدھوسودھن نے عہد کیا تھا۔ کہ وہ ضروری کام آج رات کو ہی ختم کر دے گا۔ آج تک اس نے کبھی غفلت کی بھی نہ تھی۔ مگر آج اسے نہ معلوم کیا ہو گیا تھا۔ بہت رات ہو گئی۔ ایک کام اسی طرح ادھورا پڑا تھا۔ اور کانوں میں وہ آواز گونج رہی تھی۔ "بہو رانی شاید بیٹھی جاگ رہی ہوں گی۔"

وہ اٹھ بیٹھا۔ تمام کاغذات وہیں چھوڑ کر سونے کے کمرے کی طرف چلا۔ برآمدے میں شیام سندری بیٹھی تھی۔ اس وقت وہ ایسی معلوم دے رہی تھی۔ گویا کسی ناول کی تصویر ہو۔ مدھوسودھن اس کی طرف ایک نظر پھینک کر اوپر چلا گیا۔ شیام سندری اپنی قسمت پر غصہ ہو کر زور سے اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ وہ ملاقات کی امید میں یہاں آ کر بیٹھی تھی۔ کیونکہ وہ جانتی تھی۔ کہ مدھوسودھن سونے کے کمرے میں اسی راستہ سے جائے گا۔ مگر اسے مایوسی کا سامنا ہوا۔

مدھوسودھن نے کمرے میں جا کر دیکھا کہ کمودنی بستر پر رضائی اوڑھے آرام سے

سو رہی ہے۔ کمدنی کی اس نیند پہ اسے بہت غصہ آیا۔ وہ ٹھہری اٹھی کر زور سے پلنگ پر بیٹھ گیا۔ کمدنی چونک کر اٹھ بیٹھی۔ مدھوسودھن نے انتہائی سختی سے کہا۔

"مجھے تم کسی بھی طرح برداشت نہیں کر سکتیں کیوں ؟"

واقعی، مدھوسودھن کو دیکھ کر اس پر خوف وہراس طاری ہو گیا تھا۔ مگر وہ کسی سوال کا جواب دینے کے لئے تیار نہ تھی۔

مدھوسودھن دانت پیس کر بولا "بھیا کے پاس جانے کو طبیعت چاہتی ہے کیا؟"

کمدنی اس سے معافی مانگنا چاہتی تھی۔ مگر بھیا کا نام سن کر وہ سخت ہو گئی۔ اور بولی "نہیں میں نہیں جانا چاہتی۔"

"نوبن کو میرے پاس پوچھنے کے لئے نہیں بھیجا تم نے ؟"

"نہیں بھیجا ہی تھے۔ میں نے ان سے کہا تھا۔ کہ بھیا کے ہاں میں نہیں جاؤں گی"

"کیوں ؟"

"یہ میں نہیں بتا سکتی۔"

"پھر تم نے وہی نور پوری چال استعمال کی"..... جاؤ تم انہیں کے ہاں جاؤ۔ تم یہاں کے لائق نہیں ہو"

"ہاں ! ہوں تو میں نور پوری لڑکی ہی ..." اس سے زیادہ وہ نہ بول سکی۔

مدھوسودھن نے کمدنی کا ہاتھ جھنجھوڑ کر کہا "معافی مانگنی بھی نہیں جانتی ہو۔"

"کس لئے"

"تم جو میرے بستر پر لیٹ گئی ہو۔ اس لئے۔"

کمدنی اسی وقت بستر سے اٹھ کر بغل والے کمرے میں چلی گئی۔ مدھوسودھن باہر چل دیا۔ شیام سندری اسی طرح برآمدے میں اندھے منہ پڑی تھی۔ مدھوسودھن نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر کھڑا کر لیا اور بولا "تمہارا جسم تو بالکل ٹھنڈا ہو رہا ہے"۔ اسے اپنے

وہ شالے میں سے کر اور دایاں ہاتھ زور سے دبا کر اس کے کمرے میں گیا۔

شیاما نے چپکے سے کہا۔ "بیٹھ گئے ہیں ذرا۔"

کام ہے مجھے۔" رات کو نہ معلوم کہاں سے بھوت سوار ہو گیا۔ محبت کے اندر انسان جو مسرت محسوس کرتا ہے۔ آج رات کو اس کا تجربہ کرنے کی ضرورت مدہوسودھن کو تھی۔ شیام سندری دل و جان سے اس پر فدا ہے اس اطمینان سے مدہوسودھن میں کام کرنے کی طاقت آگئی۔ اور اپنی بے عزتی (جو کمدنی کے ہاتھوں ہوئی) کا خیال کچھ جاتا سا رہا۔ ادھر رات کو کمدنی کو بھی سخت دھکا لگا۔ جتنی دفعہ مدھوسودھن نے اس سے محبت کا اظہار کیا تھا۔ اتنی ہی دفعہ کمدنی کے دل میں کھینچا تانی ہوئی تھی۔ اس لڑائی میں کمدنی کو جیتنے کی کوئی اُمید نہ تھی۔ مدھوسودھن نے صاف طور پر دیکھ لیا ہے۔ کہ اس کی طبیعت کمدنی سے بالکل مختلف ہے۔ سچ مچ ہی مدہوسودھن۔ کہ بستر پر سونے کا حق اسے نہیں ہے۔ سو کر وہ صرف اسے دھوکا دے رہی ہے۔ تمام رات ایک سوال اس کے دل میں بار بار اٹھتا رہا۔ مدھوسودھن بار بار نورنجوری چال کا ذکر کرتا ہے۔ یہ کیوں؟ کمدنی کا ایک پختہ عقیدہ ہے۔ کہ مدہوسودھن کی طبیعت اس سے بہتر نہیں ہو سکتی۔ اور جتنی جلدی وہ اس امر کو سمجھے اتنا ہی اچھا ہے۔

نوین کو بھائی صاحب کی رضامندی سے جو خوشی ہوئی تھی۔ وہ ساری کافور ہو گئی۔ جب مدہوسودھن نے اسے بلا کر کہا کہ کمدنی کو بہر داس کے یہاں بھیج دیا جاتا ہے۔ اور جب تک وہ خود اسے نہ بلائے۔ تب تک اسے یہاں آنے کی ضرورت نہیں۔

نوین سمجھ گیا۔ کہ یہ بنباس کی سزا ہے۔

نوین اور موتی کی ماں بات چیت کر رہے تھے۔ کمدنی کے بارہ میں، اتنے میں آواز سن کر موتی کی ماں نے جوں ہی دروازہ کھولا۔ تو چاندنی میں مدہوسودھن کے ساتھ شیاما کی ملاقات کا نظارہ اس کے سامنے آ گیا۔ سمجھ گئی۔ کہ کمدنی کی قسمت کے

جال میں آج رات کو چپکے سے ایک گانٹھ اور لگ گئی۔

نوین سے موتی کی ماں بولی۔" ایسی مصیبت کے وقت کیا جیجی کا چلے جانا مناسب ہے"

نوین نے جواب دیا۔" ابھی تک تو بات اتنی نہ بڑھی تھی"

" بھورانی نے جس سوئی ہوئی بھوک کو جگا دیا ہے، اس کی خوراک وہ بہم نہیں پہنچا سکیں۔ اسی لئے یہ ظلم ہو رہا ہے"

" تو کیا یہ اسی طرح ہوتا رہے گا۔"

" جس آگ کے بجھانے کا کوئی طریقہ نہیں۔ اسے خود جل کر راکھ ہونے تک دور سے دیکھتے رہنے کے علاوہ اور چارہ ہی کیا ہے"

کمت۔ بی کچھ روز کے لئے میکے جا رہی ہے۔ نوین نے کہا۔" بھورانی جلدی آنا جن کے ہاں آپ کی جائز عزت ہے۔ انہیں کے ہاں رہو۔ جب کبھی کسی وجہ سے نوین کی ضرورت ہو یاد کر لینا"

موتی کی ماں نے اپنے ہاتھ کا بنا ہوا آچار وغیرہ مٹی کے برتن میں رکھ کر اسے پالکی میں رکھ دیا۔ گو وہ کچھ نہیں بولی۔ مگر اس کے دل میں بڑی ہلچل مچ رہی تھی۔

(۳۷)

مکان کے سامنے آتے ہی پالکی کے دروازے کو ذرا سا کھسکا کر کمدنی نے اوپر کی طرف دیکھا۔ وہ چاہتی ہے۔ کہ اور کسی کے دیکھنے سے پہلے ہی سب سے پہلے بھیا سے اس کی ملاقات ہو۔ وہ یقینی طور پر جانتی تھی۔ کہ باہر کے آرام کمرے میں ہی بیمار کے رہنے کا انتظام ہو سکتا ہے۔ اور بیرہ اس کو بھی کمرہ پسند بھی ہے کمدنی کے زینے کے قریب پہنچتے ہی سب سے پہلے" ٹام کتا" دوڑا آیا۔ پونچھ کو ہلاتا ہوا زبان کھولے نہ معلوم کیا کہہ رہا تھا۔ وہ بھی ساتھ ساتھ چل دیا۔ بیرہ اس ایک کوچ پر نیم بیدار حالت میں پڑے تھے۔ داہنے ہاتھ میں ایک کتاب ہے۔ چائے کی پیالی اور

پلیٹ بغل کی طرف زمین پر پڑی ہے۔ جس میں تھوڑی سی کھائی ہوئی روٹی بچی رکھی ہے۔ سرہانے کے پاس دیوار میں لگے ہوئے شلیف، پر کتابیں بے ترتیبی کی حالت میں پڑی ہیں۔

کمدنی بیرداس کے چہرے کی طرف دیکھ کر چونک پڑی۔ بھیا کی ایسی ڈراؤنی صورت تو اس نے کبھی بھی نہ دیکھی تھی۔ اس وقت کے اور اب کے بیرداس میں گویا زمین آسمان کا فرق ہے۔ بھیا کے پاؤں کے نیچے سر رکھ کر کمدنی رونے لگی۔

"ارے کمد! آ گئی تو۔ یہاں آ.... یہاں.... کہہ کر بیرداس نے اسے اپنے پاس کھینچ لیا۔ گو چٹھی میں بیرداس نے اسے آنے کی ممانعت کر دی تھی۔ مگر پھر بھی انہیں امید تھی۔ کہ وہ ضرور آئے گی۔"

کمدنی نے دونوں ہاتھوں سے بیرداس کے بکھرے ہوئے بالوں کو ذرا سہلاتے ہوئے کہا۔ بھیا! تمہارا چہرہ کیسا ہو گیا ہے؟"

"میرا چہرہ اچھا ہونے کی تو کوئی وجہ ہی نہیں تھی۔ مگر تمہاری یہ حالت کیوں ہو گئی۔ بالکل رنگ اڑ گیا ہے؟"

اتنے میں اطلاع ملنے پر کشیما بوا آ پہنچیں۔ ساتھ ہی دروازے کے پاس نوکر نوکرانیوں کی بھیڑ جمع ہو گئی۔ کشیما بوا کو پرنام کرتے ہی بوا نے اسے چھاتی سے لگا کر اس کی پیشانی چوم لی۔ نوکروں نے آکر پاؤں چھوئے۔ سب کے ساتھ خیریت کی باتیں ہو جانے کے بعد کمدنی نے کہا۔ بوا! بھیا کا چہرہ بہت خراب ہو گیا ہے۔"

"یونہی تھوڑا ہو گیا ہے۔ تمہارے ہاتھ کی خدمت نہ ملنے سے ان کا جسم کسی بھی طرح ٹھیک ہونا ہی نہیں چاہتا۔ کتنے دنوں کی عادت ہے۔"

"بیرداس نے کہا۔ بوا کمدنی کے لئے کھانے کو نہ لاؤ گی۔"

"کھائیگی کیوں نہیں یہ، پالکی والوں اور دربان وغیرہ سب کو بٹھا آئی ہوں۔ جاؤں

انہیں کھلا پلا دوں۔ تب تک تم دونوں بیٹھے باتیں کرو۔ میں جاتی ہوں۔"

بیر داس نے گشیا لوا کو اشارے سے پاس بلا کر اس کے کان میں کچھ کہا۔ کمدنی نے سمجھا۔ کہ اس کے ساتھ آئے ہوئے آدمیوں کو کس طریقہ سے وداع کیا جائیگا۔ اسی کے متعلق مشورہ کیا گیا ہے۔ اس صلاح مشورہ میں کمدنی آج فریق مخالف بن گئی۔ اس کی کوئی رائے ہی نہیں۔ یہ اسے ذرا بھی اچھا نہ لگا۔ وہ اس گھر میں اپنی پہلی پوزیشن کو حاصل کرنے کی تدبیر کرنے لگی۔ پہلے بھیا کے خانساماں گوکل کو خاموشی سے کچھ حکم دیا۔ پھر سامان سجانے لگی۔ پلیٹ۔ پیالے۔ لیمپ۔ سوڈا واٹر کی خالی بوتلیں سب باہر برآمدے میں رکھ دیں۔ شلیف پہ کتابیں ترتیب سے لگا دیں۔ بھیا کے ہاتھ کے پاس ایک چھوٹی سی میز لگائی جس پر پڑھنے کی کتابیں۔ قلمدان۔ بلاٹنگ پیپر۔ کے پانی کی کانچ کی صراحی اور گلاس وغیرہ لگا دیئے۔

اتنے میں گوکل ایک پیتل کے جگ میں گرم پانی۔ پیتل کی ایک چلمچی اور صاف تولیہ لے آیا۔ اور اس نے یہ سب چیزیں ایک میز پہ رکھ دیں۔ کمدنی نے تولیہ بھگو کر بھیا کا منہ ہاتھ صاف کیا۔ اور بال درست کئے۔ اور پھر ان کی دوا وغیرہ کے متعلق پوری واقفیت حاصل کر کے ان کی خدمت میں مستعد ہو گئی۔ بیر داس دل ہی دل میں سوچنے لگے۔ اس کا کیا مطلب؟ سوچا تھا کہ ملنے آئی ہے۔ پھر چلی جائیگی۔ مگر یہاں تو ایسے نظر نہیں آتے اس کے تعلقات سسرال والوں سے کیسے ہیں۔ وہ یہ جاننا چاہتے ہیں۔ اس لئے کمدنی سے کہا۔ آج تجھے جانا کب ہوگا؟"

کمدنی نے جواب دیا۔ "آج نہیں جانا ہوگا مجھے۔"

بیر داس نے حیران ہو کر پوچھا۔ "اس میں تمہارے سسرال والوں کو کوئی اعتراض تو نہیں۔"

"نہیں تو میرے خاوند کی رضا مندی ہے۔"

ہیرداس چپ رہے۔ پھر تھوڑی دیر بعد پوچھا۔ "تو کیا تجھے کل جانا ہوگا؟"

"نہیں تو ابھی تو کچھ دن میں تمہارے پاس ہی رہوں گی۔"

ہیرداس سمجھ گئے۔ کہ ضرور کچھ نہ کچھ گڑبڑ ہے۔ کمدنی سر نیچا کئے بیٹھی رہی۔ اور پھر بھیا کی کھلی ہوئی چھاتی پر سر رکھ کر رونے لگی۔ اور بولی۔ "بھیا! میں نے غلط سمجھا تھا۔ میں کچھ بھی نہ جانتی تھی۔"

ہیرداس کمدنی کے ماتھے پر آہستہ آہستہ ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے: "میں تجھے ٹھیک تعلیم نہیں دے سکا۔ ماں ہوتیں تو تجھے سسرال جانیکے لائق بنا دیتیں۔"

دوسری جگہ جاکر اتنا فرق ہو جائیگا۔ مجھے یہ معلوم نہ تھا۔ بابوجی نے ماں کو کئی بار تکلیف دی۔ مگر وہ سب بیرونی تھی۔ مگر یہاں تو سب اندرونی تکلیف ہے۔"

ہیرداس لمبی سانس لے کر خاموش ہو گئے۔ یہ بات وہ شادی کے وقت ہی سمجھ گئے تھے۔ کہ مدھو سودھن ان لوگوں سے بالکل مختلف دوسری ہی دنیا کا آدمی ہے۔ سب سے زیادہ مشکل یہ ہے۔ کہ اس آدمی کے پاس اس کی جائداد رہن ہے۔ جانتے ہیں۔ کہ قرضہ سے چھٹکارا پانا آسان نہیں اسی فکر کا بوجھ ان کی چھاتی پر سوار ہے۔

کچھ دیر بعد کمدنی نے ہیرداس کی طرف سے گردن پھیر کر کہا۔ "اچھا بھیا اپنے خاوند سے میں کسی بھی طرح خوش نہیں ہوتی۔ کیا یہ میرا پاپ ہے؟"

"کمدنی! تو تو جانتی ہے۔ کہ پاپ پنیہ کے سمبندھ میں شاستروں کی رائے سے میرا اتفاق نہیں۔"

کمدنی ایک انگریزی رسالے کے صفحے الٹنے لگی۔ تو ہیرداس نے پھر کہا۔ مختلف انسانوں کی زندگیاں مختلف حالات کی وجہ سے اتنی مختلف ہوتی ہیں۔ کہ بھلے برے کے عام قاعدے محض قاعدے ہی رہ جاتے ہیں۔ دھرم نہیں۔

کمدنی نے رسالے پر نیچی نگاہیں کرتے ہوئے کہا۔ "جیسے میراں بائی کی زندگی۔"

وہ اپنے سچے پتی کو اپنے دل میں ہی پا گئی تھی۔"

بیر داس نے کہا۔ "اپنے بھگوان کو تو نے تو اپنے دل سے ہی پایا ہے۔"

"کسی وقت ایسا ہی سمجھتی تھی۔ لیکن کوشش کرنے پر بھی میں انہیں اپنے آگے سچی شکل میں نہیں لا سکی۔"

"کمدنی! ڈر مت! وہ میان میں رات آتی ہے۔ یہ ٹھیک ہے۔ مگر اس سے دِن کا خاتمہ نہیں ہوتا۔ جو کچھ پایا ہے۔ تمہارے پرانوں کے ساتھ وہ ایک ہو گیا ہے۔"

"یہی آشیرواد دو بھیا جس سے انہیں نہ بھول جاؤں۔ بے رحم ہیں۔ وہ تکلیف دیتے ہیں۔ اپنے کو بھی دینگے اس لئے؟"

"بھیا! اپنے لئے فکر کرا کر میں تمہیں تھکا رہی ہوں۔ کمدنی بیرداس کے پاؤں پر ہاتھ پھیرتی ہوئی کہنے لگی۔ میرے لئے تم کچھ فکر نہ کرو۔ میری رکشا کرنے والے میرے اندر ہی موجود ہیں۔"

"اچھا! جانے دے یہ باتیں۔ تجھے میں نے جس طرح گانا سکھایا تھا جی چاہتا ہے۔ آج بھی سکھاؤں۔

"یہی تو مجھے بچانا ہے بھیا! لو میں تمہیں گانا سناتی ہوں۔ بھیا کے سرہانے بیٹھ کر وہ گانے لگی۔ بیرداس آنکھیں بند کر کے سننے لگے۔ گاتے گاتے کمدنی کی آنکھیں ایک عجیب نظارہ سے چمک اٹھیں۔ کچھ دیر بعد کمدنی نے گانا بند کر کے کہا۔ بھیا! کچھ دن پہلے دِل ہی دِل میں گورو ڈھونڈ رہی تھی۔ مگر مجھے ضرورت کیا ہے۔ تم نے مجھے سکھا ہی دیا ہے۔"

"کمد! مجھے شرمندہ نہ کر۔ مجھ جیسے گورو تو گلی گلی ملتے ہیں۔ تو کتنے دن یہاں رہ سکتی ہے۔ ٹھیک ٹھیک بتا!"

"جتنے دن بلاوا نہ آ دے۔"

"تو نے یہاں آنا چاہا تھا؟"

"نہیں میں نے نہیں چاہا۔"

"اس کے معنے۔"

"معنے کی بات سمجھنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ تمہارے پاس آسکی ہوں یہی سمجھنا کافی ہے۔ جتنے دِن رہ سکوں گی۔ اتنا ہی اچھا ہے۔"

نوکر نے آکر خبر دی۔ "ٹکرجی صاحب آئے ہیں۔"

بیپر داس نے کہا۔ "بلا لاؤ یہاں۔"

(۳۸)

کالو کے گھر میں داخل ہوتے ہی کمدنی نے اُسے پرنام کیا۔ کالو نے کہا۔ "چھوٹی للی آگئی۔"

کمدنی کی آنکھیں بھر آئیں۔ آنسو سنبھال کر بولی۔ "بھیا بارے میں لیموں نہ نچوڑ دو گے۔"

بیپر داس نے ہاتھ اٹھا۔ گویا نہ سہی۔ کیا ہرج ہے۔ انہوں نے کالو سے پوچھا۔ "کالو بھیا کیا خبر ہے کہو۔"

"تمہارے اکیلے کے دستخط سے قرض دینے کے لئے کوئی رضامند نہیں ہوتا۔ سبودھ کے بھی دستخط ہونے چاہیئں۔"

"کالو بھیا! سبودھ کو تار دے دیا ہوگا۔ آنے کیلئے۔ اب دیر کرنے سے کام نہ چلے گا۔"

"پچھلی دفعہ جب تمہاری انگوٹھی فروخت کر کے اصل قرض میں سے کچھ ادا کرنے گیا تھا۔ تو مدہوسودھن اس کو لینا ہی نہ چاہتا تھا۔ نہ معلوم وہ کب پھندہ ڈال دے۔"

بیپر داس چُپ چاپ پڑے سوچنے لگے۔

کالو نے کہا۔ بھائی صاحب... چھوٹی للی جو آن اچانک ہی سویرے چلی

آئی انہیں ناراض کر کے تو نہیں آئی۔ انہیں ناراض کرنے لائق ہماری حالت نہیں ہے۔"

کمودنی کہتی ہے "پتی کی صلاح سے آئی ہے۔"

کمودنی "بادلے" سے کر آ گئی۔ ہیرداس کے منہ کے پاس پیالہ تھام کر بولی۔

"بھیا لو اسے پی لو۔"

ہیرداس گہرے فکر میں تھے۔ کمودنی سب سمجھ گئی کالو جب کمرے سے باہر گیا۔ تو کمودنی اس کے پیچھے گئی۔ اور برآمدے میں اس کے پاس جا کر بولی۔ کالو بھیا بات یہ ہے۔ تم سب کسی فکر میں مبتلا ہو۔"

"زمین جائداد ہو اور فکر نہ ہو۔ دنیا میں ایسا بھی کبھی ہوتا ہے۔"

"یہ سب باتیں پیچھے ہوں گی۔ پہلے مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے۔"

"ایسی باتیں لڑکیوں سے کہنا منع ہے۔"

"مجھے ٹھیک معلوم ہے۔ تم لوگوں میں کس بارہ میں بات چیت ہو رہی ہے بتاؤں۔"

"اچھا بتاؤ۔"

"بھیا نے میرے پتی کا کچھ قرضہ دینا ہے۔ اسی بارہ میں۔ میں نے ٹھیک کہا ہے یا نہیں۔"

"ہے تو بھیا کی ہی بہن۔ بات کہنے سے پہلے ہی بات سمجھ جاتی ہے۔"

"کالو بھیا! مجھ سے مت چھپاؤ۔ بھیا کسی سے قرض لینے کیلئے یہاں آئے ہیں۔"

"ہاں تو قرض لے کر ہی قرض ادا کرنا ہوگا۔"

"تو کیا روپوں کا انتظام ہو گیا۔"

"اسی نگر میں گھوم پھر رہا ہوں۔ آخر ہو ہی جائیگا۔"

"نہیں میں جانتی ہوں۔ کوئی ٹھیک انتظام نہیں ہوگا۔"

"اچھا اگر سب کچھ جانتی ہی ہو تو مجھ سے پوچھتی کیوں ہو۔"

"میں تم سے پہلے ہی کہہ دیتی ہوں۔ کہ بھیا کی سب باتیں مجھے جاننی ہی ہوں گی۔"

"تمہیں اس سے کیا فائدہ ہوگا۔"

"یہ میں نہیں کہہ سکتی۔ تمہیں روپے قرض نہیں ملے۔ میرے خیال میں آسانی سے ملیں گے بھی نہیں۔"

"تمہاری باتوں کا جواب دینے کی بجائے۔ اگر میں روپوں کے لئے کوشش کروں۔ تو شاید کامیابی ہو جائے" لو جاتا ہوں۔ تھوڑی دور جا کر پھر لوٹ آیا۔ اور بولا۔

"للی! تم جو آج یہاں آئی ہو۔ اس میں کوئی گڑبڑ تو نہیں۔ پتی کی رضامندی حاصل ہو گئی تھی۔"

"بغیر مانگے ہی انہوں نے رضامندی دے دی تھی۔"

"غصہ میں۔"

"یہ مجھے معلوم نہیں۔ کہا ہے بلانے سے پہلے تمہارے آنے کی ضرورت نہیں۔"

"آپ خود ہی چلی جانا۔"

اس طرح جانے سے حکم عدولی ہو گی۔"

"اچھا! میں دیکھ لوں گا۔"

کمدنی نے کمرے میں داخل ہو کر دیکھا۔ کہ ہر داس بستر پر پڑے۔ کچھ سوچ رہے ہیں۔ بھیا کے ماتھے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اس نے کہا۔ "منجھلے بھیا کب آئینگے۔ انہیں آنے کے لئے لکھوانا۔"

"کس لئے۔"

کام کاج کا سارا بوجھ اکیلے تمہارے ہی سر پر آ پڑا ہے۔ بھیا تم قرض لینے آئے ہو کیا۔"

"کیسے سمجھ لیا؟"

"تمہارا چہرہ دیکھ کر ہی میں سمجھ گئی۔ اچھا اکیلا میں کچھ بھی نہیں کر سکتی۔ تمہارے پاؤں پڑتی ہوں بھیا! بتاؤ میں کیا کر سکتی ہوں۔"

طوفان کے سامنے کشتی کو ٹھیک رکھنا بھی بڑا بھاری کام ہے اسی طرح "بہنیا۔ میں ڈھارس رکھنا بھی بہادری ہے۔ تم اطمینان رکھو۔"

"میری بڑی خواہش ہوتی ہے۔ کہ میں کچھ کروں۔"

"تم باجہ اٹھا لاؤ۔ اور بجاؤ۔ بس یہی کام ہے۔"

(۳۹)

کبھی دن مدھوسودھن سے اور سب جیسے ڈرتے تھے۔ شیام سندری کو بھی اتنا ہی ڈر تھا۔ اندر ہی اندر کبھی مدھوسودھن گویا اس کی طرف جھکا سا ہے۔ شیام سندری نے اس بات کا اندازہ لگا لیا تھا۔ اس کے بعد جلدی ہی کچھ دن مخالف حالات سے مدھوسودھن نے اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ اس کی زندگی میں عورتوں کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ اسی سے شیام سندری نے اب تک اپنے آپ کو بہت ہی قابو میں رکھا ہے۔،

مدھوسودھن کے بیاہ کے بعد سے اس سے اب رہا نہیں جاتا تھا ان دنوں وہ ہمت کر کے تب تک ذرا ذرا آگے بڑھ رہی تھی، جب تک آگے بڑھا جا سکتا ہے۔ مدھوسودھن کی کمزوری کو اس نے پکڑ لیا ہے۔،

مدھوسودھن صبح ہی گھر سے باہر چلا گیا تھا۔ دوپہر کو ایک بجے بعد واپس لوٹا ہے۔ ادھر بہت دنوں سے اس کے نہانے کھانے کا پروگرام بالکل ہی درہم برہم سا ہو گیا ہے۔

گھر آتے ہی اسے کمُدنی یاد آئی۔ کمدنی اپنے بھتیجے کے گھر چلی گئی ہے۔ اور خوش ہو کر ہی گئی ہے۔ اب تک مدھوسودھن اپنے پاؤں پہ کھڑا ہے۔ معلوم نہیں۔ کب ذرا ڈھیل دی ہے۔ کہ کسی دوشیزہ کی محبت کی خواہش دل میں جاگ اٹھی ہے۔ آج بھوجن کے وقت شیاما جان بوجھ کر اس کے پاس آکر نہیں بیٹھی۔ کیا معلوم کل رات اپنی گرفتاری کے بعد مدھوسودھن اپنے پر مار انس ہٹا ... نے کے بعد مدھوسودھن اپنے اوپر کے سنسان کمرے میں جا کر تھوڑی دیر تک چپ چاپ بیٹھا رہا۔ اس کے بعد خود ہی اس نے شیاما کو بلا بھیجا۔ شیاما لال رنگ کا ایک ولایتی دوشالا اوڑھے کچھ ہچکچاہٹ سے کمرے میں داخل ہو کر نیچے کو نگاہیں کئے ہوئے ایک کنارے سے کھڑی ہو گئی۔ مدھوسودھن نے بلایا۔ "آؤ یہاں آؤ بیٹھو!۔"

شیاما سرہانے کے پاس بیٹھ کر "تم تو آج بہت سے کمزور دکھائی دیتے ہو" کہہ کر ذرا جھک کر اس کے ماتھے پر ہاتھ پھیرنے لگی۔

مدھوسودھن نے کہا "اوہو! تمہارے ہاتھ بڑے ٹھنڈے ہیں!"

رات کو مدھوسودھن جب سونے آیا۔ شیام سندری نے بغیر بلائے ہی کمرے میں داخل ہو کر کہا "اوہ! تم اکیلے ہو۔"

گویا سب کو گواہ بنا کر بغیر کسی قسم کی ہچکچاہٹ کے وہ اپنا حق پختہ کر لینا چاہتی ہے۔ وقت بھی زیادہ نہیں ہے۔ نہ معلوم کب کمدنی آ جائے۔ اس کے پہلے ہی اس کا عمل دخل مکمل ہونا چاہیئے۔ یہ حالات دیکھ کر نوکر دل چاکر دل اور رسیوں میں بھی یہ بات پھیل گئی۔ مدھوسودھن کے اندر جو آگ جتنے زیادہ زور سے دبی ہوئی تھی۔ اتنے ہی زیادہ زور سے وہ بے روک ٹوک مشتعل ہو اٹھی۔ اس نے کسی کی پرواہ نہیں کی۔ گھر میں کھلم کھلا اپنی بے قراری ظاہر کر دی۔

نوین اور موتی کی ماں دونوں سمجھ گئے۔ کہ اس سیلاب کو اب روکا نہیں جا سکتا۔

"جیجی کو بلائے گئے نہیں۔ اب اور دیر کرنا کیا اچھا ہے۔"

"یہی تو سوچ رہا ہوں۔ بھائی صاحب کے بغیر حکم دیئے تو کوئی چارہ نہیں کوشش کر کے دیکھتا ہوں۔"

نوین جس دن یہ بات بھائی صاحب سے کرنے گیا۔ تو دیکھا وہ کہیں باہر جانے کے لئے تیار ہیں۔ دروازے کے سامنے گاڑی تیار کھڑی ہے۔

نوین نے پوچھا" کہیں جا رہے ہوں گے؟"

مدھوسودھن نے ذرا ہچکچاہٹ کو دور کرتے ہوئے کہا۔ اسی جیوتشی بلینکٹ سوامی کے پاس۔ اسے خیال آیا نوین کو ساتھ لے چلنے سے سہولت ہو گی۔ اس لئے بولا۔ چلو میرے ساتھ۔"

نوین نے سوچا۔ بُری طرح پھنسے بولا" پہلے دیکھ آؤں جا کر وہ گھر پہ ہے یا نہیں مجھے تو معلوم ہوتا ہے۔ وہ اپنے گھر چلا گیا۔"

مدھوسودھن نے کہا" اچھی بات ہے۔ چلو دیکھ آدیں۔"

نوین کوئی راہ فرار نہ دیکھ کر ساتھ چل دیا۔ جیوتشی کے مکان کے سامنے گاڑی ٹھہرتے ہی نوین نے جھٹ پٹ اتر کر ذرا اِدھر اُدھر دیکھ کر کہا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کوئی ہے نہیں مکان میں۔"

"جونہی یہ کہا۔ خود بلینکٹ سوامی داتن چباتے چباتے دروازے کے پاس آ گئے۔ نوین نے جلدی سے آگے بڑھکر اسکے پاس جا کر پرنام کیا۔ اور کہا۔ ہوشیاری سے بات کیجئے گا۔"

اس تاریک پرانے گھر میں ایک تخت پر سب بیٹھ گئے۔ مدھوسودھن کے کچھ کہنے سے پہلے ہی نوین بول اٹھا۔ مہاراج صاحب کے دن آج کل بہت خراب جا رہے ہیں۔ گرہ کب ٹھیک ہوں گے۔ بتایئے شاستری جی!"

مدھوسودھن نے نوین کے ایسے ڈھیلے ڈھالے سوال سے ذرا ناخوش ہو کر اسکے

زور سے چٹکی بھرلی۔ بینکٹ سوامی نے "راشی چکر" بالکل صاف دکھا دیا۔ کہ مدھوسودھن کے دھن ستھان پر سینچر کی نظر پڑی ہے۔ گرہ کے نام سے مدھوسودھن کو کوئی فائدہ نہیں۔ جو جو اس سے دشمنی کر رہے ہیں، صاف طور سے معلوم ہونا چاہیئے۔

دفعتہ شاستری جی کہہ اٹھے۔ "دشمنی کر رہی ہے ایک عورت!"

نوین کی جان میں جان آئی۔ وہ عورت شیام سندری ہی ہے۔ کسی طرح یہ کہلا لیا جائے۔ بس پھر کوئی تنکہ نہیں۔ مدھوسودھن نام چاہتا ہے۔ شاستری جی نے کہا "اس نام کے پہلے ک آتا ہے۔"

پورا نام معلوم کرنے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مدھوسودھن نے پوچھا "اس کا علاج کیا ہے۔"

شاستری جی نے کہا۔ اور ادھار بھی ایک عورت ہی کرے گی۔"

مدھوسودھن حیران ہو گیا۔ نوین نے بے چین ہو کر پوچھا "سوامی جی کیا گھوڑ دوڑ میں مہاراج کا گھوڑا اب جیتے گا۔"

حساب کا بہانہ کرتے ہوئے انھوں نے جواب دیا۔ "نقصان معلوم ہوتا ہے۔"

مدھوسودھن کو بولنے کا موقعہ نہ دیتے ہوئے نوین نے پھر پوچھا "سوامی جی! میری لڑکی کیسے پار اترے گی۔ دراصل نوین کے کوئی لڑکی ہے ہی نہیں۔ بینکٹ سوامی نے نوین کے چہرے سے ہی سمجھ لیا۔ کہ لڑکی خوبصورت نہیں۔ اس لئے کہہ دیا۔ ور جلدی نہیں ملے گا۔ بہت روپے دینے پڑیں گے۔"

اس قسم کے دس بارہ سوال اور نوین نے کئے سب کے جواب غلط نکلے اب نوین نے کہا "بھائی صاحب! اب چلو۔"

گاڑی پر سوار ہوتے ہی نوین کہنے لگا "بھائی صاحب اس کی سب چالاکی ہے، یوں ہی ڈھونگ بنا رکھا ہے۔"

"اس دن تو . . . . خیر جیسی تشی کی ڈھکوسلے بازی کتنی ہی ثابت کیوں نہ ہو۔ ک
ہرف ۔ مدھوسودھن کے دل میں چھپا ہی رہا۔"

نوین نے آہستہ آہستہ ذکر چھیڑا۔ "بھائی صاحب دو ہفتے ہو گئے۔ اب بھورانی
کو بلا لیں۔"

"کیوں ایسی جلدی کیا ہے۔ دیکھو نوین تمہیں کہہ دیتا ہوں۔ یہ سب باتیں آئندہ
کبھی ہمارے سامنے نہ چھیڑنا۔ جس دن ہماری خوشی ہوگی بلا لیں گے۔"

نوین بھائی صاحب کو جانتا تھا۔ سمجھ گیا۔ کہ یہ بات یہیں ختم ہو گئی۔ پھر بھی ہمت
کر کے پوچھ ہی لیا۔ "منجھلی بہو اگر بھورانی سے ملنے جانا چاہے تو کوئی حرج ہے"
مدھوسودھن نے اختلاف ظاہر کرتے ہوئے مختصراً کہا۔ "چلی جائے۔"

(۴۰)

بپرداس نے بڑی جلدی سے سامنے کی آرام کرسی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔
"آیئے نوین بابو۔ آیئے یہاں پر بیٹھیے۔"

نوین نے کہا۔ "شاید آپ کو میرے نام سے تعارف نہیں ہوا۔ آپ کی چھوٹی
بہن ہیں۔ ان کا میں ایک ادنیٰ خدمت گزار ہوں۔ آپ کا ایسا اچھا جسم تھا۔ مگر اب تو
سایہ ہی سایہ رہ گیا ہے۔"

"جسم کی ظاہرا شکل و صورت اچھی نہیں۔ اس امر کا احساس ہوتا رہے
آخری سبق آسان ہو جاتا ہے۔"

اتنے میں کمد نی آ گئی۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی بولی۔ "دیور جی! چلو کچھ نہ لو"
"کھاؤں گا۔ مگر ایک شرط ہے۔ جب تک وہ پوری نہ کی جائے گی۔ تب تک یہ برہمن
مہمان تمہارے دروازے پر بھوکا ہی پڑا رہیگا۔"

"کیا شرط ہے سنوں تو سہی۔"

جب تک ہمارے یہاں تھیں۔ عرضی پیش کر رکھی تھی۔ اپنے عقیدت مند کو ایک تصویر دینی ہوگی تمہیں۔ اس دن کہا تھا نہیں ہے۔ لیکن آج تو تمہارے بھیّا کے کمرے کی دیوار پر سامنے ہی لٹک رہی ہے۔"

اپنی اس تصویر پر کمدنی کی نظر نہیں پڑی تھی۔۔ اس کے بھیّا نے کلکتہ سے مصور بلا کر شادی سے کئی روز پہلے یہ تصویر بنوائی تھی۔

بیرداس نے مسکرا کر کہا۔ کمدنی! میرے اس چمڑے کے بکس میں اور بھی کئی تصویریں رکھی ہیں۔ اور عقیدتمند کی خواہش پوری کرنی چاہیئے۔ تو کوئی کمی نہیں۔

کمدنی جب نوین کو کھانا کھلانے کیلئے اندر لے گئی۔ تو کالو گھر آیا اور بولا۔ "میں نے چھوٹے بابو کو تار دیا ہے۔ جلدی آنے کیلئے۔"

"میرے نام سے۔"

"ہاں! تمہارے ہی نام سے۔ مجھے معلوم ہے۔ کہ تم آخر تک اسی طرح آنا کانی کرتے رہوگے۔ مگر ڈاکٹر سے جو کچھ سُنا اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تمہارے اوپر اب زیادہ بوجھ نہیں ڈالا جا سکتا۔"

سبودھ کو اس طرح زبردستی بُلانا اچھا ہوگا۔ یا نہیں بیرداس کی کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ کالو نے جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ زمینداری کا انتظام ابھی سے ہو جانا چاہیئے۔ اور یہ کام سبودھ کے بغیر پورا نہیں ہو سکتا۔"

بیرداس نے کہا۔ "اچھا آنے دو سبودھ کو لیکن وہ آئے گا بھی۔"

"تمہاری تار ملتے ہی وہ فوراً آئیں گے۔ بھائی صاحب بیٹی کو اب فوراً سُسرال بھیج دو۔"

بیرداس کچھ عرصہ خاموش رہ کر بولے۔ "مدھوسودھن کے بُلائے بغیر بھیجنے میں ہچکچاہٹ ہے۔"

" کیمل! وہ اپنے گھر جائے جائیگی۔ اس میں حکم کس بات کا۔"

بھوجن ختم کر کے توین ہیرداس کے کمرے میں آیا۔ تو وہ بولا "کمدنی کا تم سے بہت پریم ہے۔"

توین نے کہا۔ "ہاں شاید میں نالائق ہوں۔ اسی لئے ان کی اتنی زیادہ محبت ہے۔"

" اس کے بارہ میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ تم مجھ سے کوئی بات چھپانا مت۔"

" ایسی میری کوئی بات بھی نہیں جو آپ سے نہ کہی جا سکے۔"

" کمدنی جو یہاں آئی ہے۔ مجھے معلوم ہوتا ہے۔ اس میں کچھ گڑبڑ ہے۔"

" آپ نے ٹھیک ہی سمجھا ہے۔ جس کی بے عزتی کا خیال بھی نہیں کیا جا سکتا۔ دنیا میں اس کی بھی بے عزتی ہوتی ہے۔"

" تو بے عزتی ہوئی ہے۔"

" اسی لحاظ سے تو آیا ہوں۔ اور تو کچھ کر نہیں سکتا۔ پاؤں کی خاک لے کر دل ہی دل میں معافی چاہتا ہوں۔"

" کمدنی اگر آج ہی سسرال واپس چلی جائے۔ تو اس میں کوئی نقصان ہے۔"

" سچ کہوں۔ وہاں لیجانے کے لئے میری ہمت نہیں پڑتی۔"

ہیرداس نے کالو کو بُلا کر پوچھا۔ "تم تو ان کے ہاں آیا جایا کرتے ہو۔ مدھوسودن کے بارہ میں تم شاید کچھ جانتے ہو گے۔"

" دو دن اور صبر کرو۔ پھر پورا حال بتاؤں گا۔"

شک و شبہ سے ہیرداس کا دِل کانپ اٹھا۔ ان کے پاس اس کا کوئی علاج نہ تھا۔ یہ سوچکر وہ اندر ہی اندر غم سے گھلنے لگے۔

(۴۱)

کمدنی بہت دنوں سے جو بات دِل سے چاہتی تھی۔ وہ پوری ہو گئی۔ اسی گھر میں

بھیا کی محبت بھری آغوش میں لوٹ آئی لیکن یہاں آکر اس نے دیکھا۔ کہ اس کی وہ قدرتی
جگہ اب نہیں رہی۔ رہ رہ کر اس کے دل میں آتا ہے۔ کہ وہ لوٹ جائے۔ کیونکہ سبھی
ایسا چاہتے ہیں۔"

شام ہو چلی۔ دھوپ اتر رہی ہے۔ سونے کے کمرے میں کھڑکی کے پاس کمدنی
بیٹھی ہے۔ بسنت کی نئی ہوائیں شہر کے اینٹ پتھروں پر رنگ نہیں لا سکی ہے۔ جس
دن ہوا میں بسنت کا اثر ہوتا ہے۔ اس دن معلوم ہوتا ہے۔ گویا زمین بے قرار ہو کر تاک
رہی ہے نیلے آسمان کے دور راستے کی طرف جو کچھ چاروں طرف سے گھیرے ہوئے
ہے۔ وہ جھوٹا معلوم ہونے لگتا ہے۔"

کمدنی کا دل ہانپ رہا ہے۔ اور بھاگنا چاہتا ہے سب کچھ چھوڑ کر اپنے آپ
کو بھی چھوڑ کر۔ لیکن یہ کیسی دشوار ہے۔ آج اس گھر میں بھی آرام نہیں۔ بھیا کی بیماری بڑھ رہی
اس کی سیوا کرنے آئی تھی۔ میں نے ہی آکر بیماری بڑھا دی۔ اب میں جو کچھ کروں گی
سب الٹا ہوگا۔ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر کمدنی جی کھول کر روئی۔ رونے کا دور
ختم ہونے پر فیصلہ کیا۔ کہ گھر لوٹ جائیگی۔ جو ہوگا وہ دیکھا جائیگا۔۔۔"

دوپہر کو کمدنی بھیا کو سلا کر چلی آئی تھی۔ اب دوا دینے کا وقت ہو گیا۔ کمرے
میں آکر دیکھا۔ بپرداس اٹھ کر بیٹھے ہوئے سبودھ کو چٹھی لکھ رہے تھے۔ کمدنی نے ٹھکانے
کے خیال سے کہا۔ "بھیا! آج تم اچھی طرح سوئے بھی نہیں۔"

بپرداس نے کہا۔ "تو نے سمجھ رکھا ہے۔ کہ سونے سے آرام ملتا ہے۔"

کمدنی نے سمجھ لیا۔ کہ ضرورت نے سمندر کے اس پار ایک بھائی کو بے چین کر دیا ہے۔
سمندر کے اس پار دوسرے بھائی کو مضطرب ہونا پڑے گا۔ بھیا کو چائے پلانے کے
بعد اس نے آہستہ آہستہ کہا۔ "بہت دن ہو گئے۔ اب گھر جانا ٹھیک ہوگا۔"

بپرداس نے کمدنی کے منہ کی طرف دیکھ کر سمجھنے کی کوشش کی کہ دراصل کہنے کا

مطلب کیا ہے۔ بیرداس نے لکھنا بند کر دیا۔ کمدنی کو پاس بٹھا کر بغیر کچھ کہے اس کے ہاتھ پر آہستہ آہستہ ہاتھ پھیرنے لگے۔ آنکھوں سے آنسو ٹپکنا چاہتے تھے۔ بمشکل زبردستی انہیں روک لیا۔ کمدنی نے پھر کہا۔ "میں نے جاننے کا فیصلہ کر لیا ہے بھیّا۔"

بیرداس کیا جواب دیں۔ کچھ سوچ نہ سکے۔ ممکن ہے۔ کمدنی کے جاننے میں ہی بھلائی ہو۔ کم از کم فرض تو یہی ہے۔ چپ بیٹھے رہے۔ اتنے میں رام سروپ نوکر نے آکر خبر دی۔ کہ چیٹرجی مہاشہ آئے ہیں۔ کمدنی نے تعکرانہ انداز میں کہا۔ "آج دن میں تم نے آرام نہیں کیا۔ میں جا کر پوچھ آتی ہوں۔ کیا بات ہے۔ تم کو نخواہ تھکان ہوگی۔

"ایک آدمی کی بات دوسرا سن لے گیا اس سے مریض کا من قائم ہوگا۔"

"اچھا میں نہیں سنوں گی۔ لیکن میں پندرہ منٹ بعد آ جاؤں گی۔ اگر تب بھی تمہاری بات ختم نہ ہوئی۔ تو میں 'اسراج' بجانا شروع کر دوں گی۔"

"اچھا منظور ہے۔"

آدھ گھنٹے بعد 'اسراج' ہاتھ میں لئے ہوئے کمدنی کمرے میں آئی۔ لیکن بیرداس کے چہرہ کا جائزہ لے کر 'اسراج' کنارے رکھ کر بھیّا کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ اور ان کا ہاتھ پکڑ کر پوچھنے لگی۔ "کیا ہوا بھیّا۔"

بیرداس کی زندگی میں بہت سی مصیبتیں آئی ہیں۔ مگر کسی نے انہیں گھبراتے نہیں دیکھا۔ مگر اس دفعہ مرض سے پیدا شدہ کمزوری نے انہیں بہت زیادہ تبدیل کر دیا ہے۔ ان کے اندر جانے کیوں بچوں جیسی عادتیں آ گئی ہیں۔ ذرا ذرا بات پر گھبرا جاتے ہیں۔

لیکن کمدنی نے آکر دیکھا۔ کہ بھیّا کا وہ اضطراب دور ہو گیا ہے۔ کمدنی کی بات کا کوئی جواب نہ دے کر سامنے کی دیوار پر ایک ٹک دیکھتے ہوئے بیرداس چپ

چاپ بیٹھے رہے۔

کمدنی نے کچھ دیر بعد پھر پوچھا۔ بھیا! کیا ہوا بتاؤ نا۔"

ہیرداس نے گویا کسی دور کے نشانے کی طرف نگاہ رکھتے ہوئے کہا۔ تکلیف سے بچنے کی کوشش کرنے سے یہ اور بھی دھر دباتی ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ عورتوں کی جو بے عزتی ہے۔ وہ کسی ایک کی نہیں بلکہ ساری سوسائٹی کی ہے۔"

کمدنی اچھی طرح بھائی کی بات کا مطلب نہ سمجھ سکی۔

ہیرداس نے کہا۔ "درد کو صرف اپنا ہی سمجھ کر اب تک تکلیف برداشت کر رہا تھا۔ آج سمجھ میں آیا۔ کہ اس کے ساتھ لڑنا ہوگا۔ سب کی طرف سے۔"

ہیرداس کے سفید فق گورے چہرے پر سرخ روشنی دوڑ گئی۔ بستر سے اٹھ کر بغل کی کرسی پر بیٹھنا ہی چاہتے تھے۔ کہ کمدنی نے ان کا ہاتھ تھام کر کہا۔ "شانتی کرو بھیا طبیعت اور بھی خراب ہو جائے گی۔ الٹھو مت! یہ کہہ کر اونچے تکیہ کے سہارے انہیں لٹا دیا۔

ہیرداس نے اپنے اوڑھنے کی چادر مٹھی میں دبا کر کہا۔ "برداشت کرنے کے علاوہ عورتوں کے لئے اور کوئی راستہ نہیں۔ اسی لئے ان پر بار بار مار پڑتی ہے۔"

"کمدنی! تو یہیں اپنا گھر سمجھ کر رہ سکے گی۔ ان کے ہاں اب تیرا جانا نہ ہوگا۔ کالو سے آج ہیرداس نے بہت سی باتیں سنی ہیں۔"

شیام سندری کے ساتھ مدھو سودھن کا جو تعلق ہوا ہے۔ اس میں دبا ڈھکا کچھ بھی نہیں۔ لوگ انہیں قصوروار سمجھ رہے ہیں۔ اسی لئے دونوں مغرور ہو گئے ہیں۔ شیاما کی خواہش تھی۔ کہ گھر کے کام دھندے میں موتی کی ماں کی جگہ اپنا عمل دخل پورا کرے۔ مگر اس میں رکاوٹ پیدا ہوئی۔ مدھو سودھن کا موتی کی ماں پر پورا اعتماد ہے۔ شیاما پر اسے اعتماد نہیں۔ شیاما کے ساتھ مدھو سودھن کی خوب محبت ہو

گئی ہے۔ اس نئی تاریخ کو جاننے کے لئے کالو کو بہت زیادہ تحقیقات نہیں کرنی پڑی۔ ان کے گھر کے نوکر چاکروں میں اس امر کا تی چرچا ہو چکی ہے۔۔

یہ خبر سنتے ہی بیر داس کے کلیجے میں گویا آگ کا تیر لگا۔ اپنی جائز عورت کو بے عزت کرنا اتنا آسان ہے۔ عورت پر ظلم کرنے میں باہر کی روکاوٹ بالکل نہیں۔ عورتیں اتنی سستی ہیں۔ اتنی ناچیز ہیں۔،

بیر داس نے کہا۔ کمُدنی بیعزتی برداشت کرتے رہنا گو مشکل کام نہیں۔ مگر ناانصافی ضرور ہے۔ تمام عورتوں کی طرف سے تجھے اپنی عزت کا دعوےٰ کرنا ہوگا۔ اس پر سوسائیٹی تجھے جتنا دکھ دے سکے دینے دے۔"

کمُدنی نے کہا۔ بھیا! تم کس بے عزتی کی بات کر رہے ہو میں ٹھیک طور سے نہیں سمجھ سکی۔"

بیر داس نے کہا۔ تو کیا تم نے سب باتیں نہیں سنیں"

کمُدنی نے کہا۔ نہیں تو۔"

بیر داس چپ ہو گئے۔ اور تھوڑی دیر بعد بولے۔ عورتوں کی بے عزتی کی تکلیف میری چھاتی کے اندر جمع ہو رہی ہے۔ کیا تجھے معلوم ہے۔"

کمُدنی کچھ نہ کہہ کر بھیا کے منہ کی طرف دیکھتی رہی۔ اور تھوڑی دیر بعد بیر داس کہنے لگے۔ تمام عمر ماتا جی نے جو تکلیفیں اٹھائی تھیں۔ اسے میں کسی طرح بھی بھول نہیں سکتا۔ عقل اور انصاف سے خالی ہماری سوسائیٹی اس کے لئے ذمہ دار ہے

یہیں پر بھائی بہن میں اختلاف ہے۔ کمُدنی کا اپنے پتا جی سے بہت زیادہ پریم تھا۔ وہ جانتی تھی۔ کہ ان کا دل کتنا نرم تھا۔ تمام قصوروں کے ہوتے ہوئے بھی اس کے بابو جی بہت بڑے تھے۔ اس بات کو یاد کئے بغیر اس سے رہا نہیں۔

جاتا۔ یہاں تک کہ اس کے بالوجی کی زندگی میں جو افسوس ناک واقعہ ہوا تھا اس کیلئے وہ اپنی ماں کو ہی دل ہی دل میں قصوروار ٹھہراتی تھی۔،

بیرداس نے بھی اپنے والد کو بڑا جان کر ان کی پرستش کی ہے۔ مگر بار بار اپنی زندگی کی کمزوریوں کی وجہ سے والدہ کو سب کے سامنے بے عزت کرنے میں انہوں نے اپنے کو آپ کو نہیں روکا۔ اس کے لئے بیرداس کا دل کسی بھی طرح انہیں معاف نہیں کر سکا۔،

بیرداس نے کہا: ماں کی جو بے عزتی ہوئی تھی۔ اس میں ساری استری جاتی کی بےعزتی ہے تو اپنی انفرادیت کو بھولکر اس بےعزتی کے برخلاف کھڑی ہونا۔،

کمدنی نے سر جھکا کر آہستہ سے کہا۔ لیکن بالوجی کا ماں سے بہت پریم تھا۔ یہ بات مت بھولیئے اس پریم سے بہت سے پاپ معاف ہو جاتے ہیں۔،

بیرداس نے کہا: میں جانتا ہوں۔ کہ اتنا پریم ہوتے ہوئے بھی اتنی آسانی سے ماں کی بےعزتی کر سکتے تھے۔ یہ پاپ سماج کا ہے۔ سماج کو اس کے لیئے میں معاف نہیں کر سکتا۔ سماج میں پریم نہیں ہے۔ محض اصول بنا رکھا ہے۔"

"بھیا! تم نے کچھ نئی بات سنی ہے کیا؟"

"ہاں سنی ہے۔ سب باتیں تجھے آہستہ آہستہ سناؤں گا۔"

"اچھی بات ہے۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔ کہ آج کی ان سب باتوں سے تمہارا جسم اور بھی کمزور نہ ہو جائے۔"

"نہیں اس سے الٹا میرے جسم کے اندر طاقت آ رہی ہے۔ تمام عمر یہ لڑائی لڑنی ہوگی۔"

"کس بات کی لڑائی بھیا۔"

"جس سماج نے عورت کو اس کی قیمت دینے میں اتنا زیادہ دھوکا دیا ہے۔ اس

کے ساتھ لڑائی لڑنی ہے۔"

"تم اس کا کیا کر سکتے ہو بھیا؟"

"مَیں اسے مانوں گا نہیں۔ اس کے علاوہ اور کیا کر سکتا ہوں۔ یہ بھی سوچنا ہوگا۔ آج سے ہی شروع کرتا ہوں کمُدنی ۔ اس گھر میں تمہارے لئے جگہ ہے۔ وہ بالکل تمہاری اپنی جگہ ہے۔ اور کسی کے ساتھ سمجھوتا کرکے نہیں۔ یہیں پر تم اپنے زور سے رہنا۔"

"اچھا بھیّا! وہ اب ہو جائیگا۔ مگر اب تم باتیں مت کرو بھیّا۔"

اتنے میں خبر آئی۔ کہ موتی کی ماں آئی ہیں۔

(۴۲)

کمدنی نے موتی کی ماں سے تمام باتیں سنیں۔ اور خود چپ چاپ بیٹھی رہی۔ موتی کی ماں نے کہا "تم کیا گھر نہ جاؤ گی۔ اب تو وہاں ٹھہرنا مشکل ہو رہا ہے؟"

"مجھے کیا بلایا گیا ہے!"

"نہیں! بلانے کی تو شاید یاد بھی نہ رہی ہوگی۔ لیکن تمہارے بغیر جائے۔ تو کام ہی نہیں چل سکتا۔"

"مَیں کیا کر سکتی ہوں۔ مَیں جو کچھ دے سکتی تھی۔ اسے وہ لے نہیں سکے۔ مَیں ان کی طبیعت کو سیر نہیں کر سکتی۔"

"کہتی کیا ہو بہو رانی۔ گھر تو تمہارا ہی ہے بہورانی۔"

"گھر سے کیا مطلب سمجھتی ہو بہن!"

"کیا کہہ رہی ہو بہو رانی۔ تو کیا اب گھر جاؤ گی ہی نہیں بالکل؟"

سب باتیں اچھی طرح سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔ اور کچھ دن پہلے ہوتا تو پرماتما سے اشارہ چاہتی۔ شروع میں حالات و علامات اچھی تھیں۔ آخر میں کوئی بھی ٹھیک نہ رہا۔

تمہاری باتیں سن کر تو مجھے ڈر لگتا ہے۔ گھر کیا جاؤ گی ہی نہیں۔"

"یہ سوچنا تو مشکل ہے۔ کہ کبھی جاؤنگی ہی نہیں۔"

"اچھا! تمہارے بھیّا سے ایک دفعہ پوچھ دیکھوں۔ دیکھیں وہ کیا کہتے ہیں۔"

"چلو ابھی سے چلتی ہوں۔"

موتی کی ماں ہیرداس کے کمرے میں پاؤں رکھتے ہی ان کا چہرہ دیکھ کر ٹھٹک کر کھڑی رہ گئی۔ معلوم ہوا گویا وہ اپنے سامنے ایک طوفان کے بعد کا مندر دیکھ رہی ہے۔ جس کی بتیاں بجھ گئی ہیں۔ اور گنبد ٹوٹ گیا ہے۔ اندر تاریکی اور سناٹا ہے۔ موتی کی ماں ان کے پاؤں چھو کر زمین پر بیٹھ گئی۔

ہیرداس نے ذرا بے چینی سے کہا۔ "یہ ہے تو سہی چوکی۔"

موتی کی ماں نے سر ہلا کر کہا۔ "نہیں نہیں ٹھیک ہے۔"

گھونگھٹ کے اندر اس کی آنکھوں میں آنسو چھلکنے لگے۔ سمجھ گئی۔ کہ بھیا کی یہ حالت ہی کمدنی کو بے چین کئے ہوئے ہے۔

کمدنی نے سلسلہ کو مختصر کر دینے کے لیے کہا۔ "بھیّا خاص کر یہ یہی پوچھنے آئی ہیں۔ کہ میرے بارہ میں تمہاری کیا رائے ہے۔"

موتی کی ماں نے کہا۔ "نہیں نہیں! رائے پوچھنا پیچھے کی بات ہے۔ میں آئی ہوں ان کے قدموں کے درشن کے لئے۔"

کمدنی نے کہا۔ "یہ جاننا چاہتی ہیں۔ کہ ان کے گھر مجھے جانا چاہیئے یا نہیں۔"

ہیرداس اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور بولے۔ "وہ تو پرایا گھر ہے۔ وہاں جا کر کمدنی سے رہا کیسے جائیگا۔"

موتی کی ماں نے آہستہ سے کچھ کہا۔ جس کا مطلب تھا۔ کہ کمدنی اس کے پاس بیٹھ کر اس کی باتیں ہیرداس کے کانوں تک پہنچا دے۔ کمدنی رضامند نہیں ہوئی۔ بولی۔

تمہیں کہو گلا کھول کر۔"

موتی کی ماں نے اپنی آواز ذرا صاف کرتے ہوئے کہا۔ جوان کا اپنا ہے اسے کوئی پرایا نہیں کر سکتا۔ پھر چاہے وہ کوئی بھی کیوں نہ ہو۔"

"یہ بات ٹھیک نہیں۔ کمدنی کو گھر سے الگ کر دینے سے شاید لوگ بدنامی کریں گے۔"

ایسی بات کا کیا جواب دے۔ موتی کی ماں کچھ سوچ نہ سکی۔ لڑکی والے ہی لڑکے والوں کی خوشامد کیا کرتے ہیں۔ لیکن یہاں تو الٹی ہی بات نظر آتی ہے۔ کچھ دیر چُپ رہ کر بولی: عورتوں کا اپنے گھر کے بغیر گذارہ نہیں ہو سکتا۔ انہیں کوئی نہ کوئی جگہ چاہیئے۔"

"لیکن کیا جگہ بے عزتی میں ہے۔"

موتی کی ماں کمدنی سے بہت زیادہ پریم کرتی ہے۔ مگر پھر بھی کسی عورت کی اتنی قیمت ہو سکتی ہے کہ جس کی عظمت خاوند سے بھی بالاتر ہو۔ یہ بات موتی کی ماں کو ٹھیک معلوم نہیں ہوئی۔ عورت ہو کر اتنا گھمنڈ کیوں۔ مدھوسودھن چاہے کتنا ہی نااہل ہو۔ چاہے جیسی بے انصافی کرے۔ پھر بھی وہ ہے تو آدمی ہی۔

موتی کی ماں نے کہا۔ آخر کسی نہ کسی دن تو وہاں جانا ہی پڑے گا۔ اس کے علاوہ کوئی راستہ ہی نہیں۔"

"جانا ہی پڑے گا! یہ بات تو خریدے ہوئے غلام کے علاوہ اور کسی پر عاید ہی نہیں ہو سکتی۔"

"منتر پڑھ کر عورت کو بھی تو خرید ہی لیا جاتا ہے۔"

بپرداس سمجھ گئے۔ کہ عورتوں کی عزت عورتوں میں ہی سب سے کم ہے۔ وہ اپنی روشنی آپ ہی بجھا بیٹھی ہیں۔ سماج نے جنہیں اتنا نیچے ڈال دیا ہے۔ وہ ہی تو سماج کو روزانہ نیچے لے جا رہی ہیں۔"

بیر داس کے پلنگ کے پاس ہی کمدنی سر جھکائے بیٹھی تھی۔ بیر داس نے کمدنی کی پیشانی پہ ہاتھ رکھ کر کہا: ایک بات تم سے کہتا ہوں۔ کمدنی سمجھنے کی کوشش کرنا۔ دنیا بھر کی فرضی باتوں کو بڑا مان کر انسان بہت عرصہ سے ان پر عمل کرتا آیا ہے۔ آج ان سب کو ختم کرنے کا دن آگیا ہے۔"

کمدنی نے سر نیچا کیئے ہوئے کہا۔ "بھیا تمہارے کہنے کا مطلب کیا، عورت خاوند سے بھی بڑھ جائے۔"

"نہیں ناانصافی کو تو میں برا سمجھتا ہوں۔ مگر خاوند بھی بیوی سے ناانصافی نہ کرے۔ میرے کہنے کا مطلب یہی ہے۔"

"اگر کرے تو کیا۔ عورت کو بھی۔"

کمدنی کی بات ختم ہونے سے پہلے ہی بیر داس کہنے لگے۔ "عورت اگر اس ناانصافی کو مان لے تو وہ سب عورتوں سے ناانصافی ہو گی۔ اسی طرح ہر عورت کے ذریعہ تکلیف بڑھتی ہی جاتی ہے۔ اسی لئے تو ظلم کا راستہ بھی پختہ ہو گیا ہے۔"

"موتی کی ماں نے ذرا بے چینی سے کہا۔ "ہماری بہو رانی ستی لکشمی ہیں۔ انکی کوئی بے عزّتی کرے۔ تو وہ بے عزّتی انہیں چھو بھی نہیں سکتی۔"

بیر داس کی آواز میں اب زہر بھر گیا۔ "تم لوگ ستی لکشمی کی بات ہی سوچتی رہتی ہو۔ اور جو کمزور آدمی بے دھڑک اسے بے عزت کرنے کا حق پاکر روزانہ اس کا غلط استعمال کرتا رہتا ہے۔ اس کی دُرگتی کی بات کیوں نہیں سوچتیں۔"

کمدنی اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور بیر داس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتی ہوئی بولی۔ "بھیا! تم تھک جاؤ گے۔ اب مت بولو۔ ہم آدمی سے لپٹی رہتی ہیں۔ اور اعتقاد سے بھی کسی طرح بھی اس الجھن کو نہیں سلجھا سکتیں۔ جتنی چوٹ کھاتی ہیں۔ اتنی ہی گھوم پھر کر اسی میں پھنستی جاتی ہیں۔"

بمپر داس نے کہا۔ اسی لئے تو نکمے سے نکمے آدمیوں کے ساتھ عقیدت رکھنے والی عورتوں کی کمی نہیں۔ وہ انہیں بُرا جانتی ہیں۔ مگر اعتقاد کی وجہ سے انہیں اچھا ہی مانتی ہیں۔" کمدنی نے کہا۔ کیا کروں بھیا۔ گر ہست کو دونوں ہاتھوں سے جکڑے رہنے کے لئے ہی ہماری پیدائش ہوئی ہے۔ جال تو ہمارے اپنے ہی اندر ہے۔ دُکھ سے ہمیں کون بچائے۔"

بمپر داس خاموش بیٹھے رہے۔ گھر میں گھوم پھر کر موتی کی ماں نے کمدنی سے آ کر پوچھا۔ کیا فیصلہ کیا بہو رانی۔"

کمدنی نے کہا۔ نہیں جا سکوں گی۔ اور مجھے تو انہوں نے آنے کیلئے حکم بھی نہیں دیا۔"

موتی کی ماں اندر ہی اندر کچھ غصّہ ہوئی۔ کمدنی کو اس نے جو کچھ کہا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ سرشتی ہمارے ہاتھ میں نہیں۔ جو ملا ہے۔ اس کے ساتھ نباہ کرنا چاہیئے۔ خاوند اچھا ہو یا بُرا عورت کو اُسے قبول کرنا ہو گا۔ اگر یہ بات ناممکن ہو تو مرنے کے عِلاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔"

کمُدنی نے ہنس کر کہا۔ اور نہیں تو یہی سہی۔ اس میں موت کا کیا قصور!"

موتی کی ماں نے پر اضطراب لہجہ میں کہا:۔ ایسی بات مت کہو۔"

کمدنی نہیں جانتی۔ کہ کچھ دن ہوئے اس کے محلّے میں ایک سترہ اٹھارہ سال کی بہو نے زہر کھا کر خودکشی کر لی تھی۔ اس کا خاوند ایم۔ اے پاس ہے۔ گورنمنٹ آفس میں کسی بڑی نوکری پر ہے۔ عورت نے چاندی کی ایک کنگھی گُم کر دی تھی۔ ماں نے اس کی شکایت کی۔ خاوند نے اٹھا کر ایک لات بیوی کے جما دی۔ اس کی یاد آتے ہی موتی کی ماں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں ہی نوبن آ گیا۔ کمدنی خوش ہو گئی۔ اور بولی:۔ میں تو جانتی تھی۔ کہ لالہ جی کے آنے میں زیادہ دیر

نہ لگے گی۔" نوین نے مسکرا کر کہا۔ بہو رانی کو ملسنوء سے کافی واقفیت ہے۔ دھوبیں کو دیکھ کر آگ کا اندازہ لگا لیا۔

موتی کی ماں نے کہا۔ "بہو رانی تمہیں نے ان کو شہ دے کر سر پر چڑھا رکھا ہے۔"

" لالہ جی! تم دونوں ملکر مباحثہ کرو۔ میں دخل نہیں دینا چاہتی۔ اور جاتی ہوں۔"

موتی کی ماں نے کہا۔ "یہ کیا بات بہن۔ تم کیا سمجھتی ہو۔ کہ گاڑی کا کرایہ خرچ کر کے وہ مجھے دیکھنے آئے ہیں یہاں۔"

" نہیں اب جاتی ہوں ۔۔۔" یہ کہہ کر کمُدنی چلی گئی۔

(۴۳)

موتی کی ماں نے پوچھا۔ "کچھ خبر ہے کیا؟"

" ہے۔ دیر نہ کر سکا۔ تمہارے ساتھ صلاح کرنے آیا ہوں۔ تم تو چلی آئیں۔ اسکے بعد اچانک بھائی صاحب چلے آئے میرے کمرے میں۔ اس وقت مزاج بہت خراب تھا۔ ایک معمولی قیمت کا ایشٹرے (راکھ دان) میز پر سے غائب ہو گیا ہے۔ جانتی ہی ہو۔ معمولی سی چیز کے اِدھر اُدھر ہو جانے سے بھائی صاحب اپنے آپ سے باہر ہو جاتے ہیں۔ آج صبح دفتر جاتے وقت مجھے کہہ گئے۔ شیام سناری کو گھر بھیج دو۔ میں نے سوچا۔ اس نیک کام کو ان کے دفتر آنے سے پہلے ہی مکمل کر دوں۔ ڈیڑھ بجے پھر آدھمکے بولے ابھی رہنے دو۔ واپسی پر ان کی نگاہ بہو رانی کی اس تصویر پر پڑی۔ ٹھٹھک گئے، میں نے کہا۔ بھائی صاحب! بیٹھیئے ڈھاکے کی ایک ساڑھی تمہیں دکھاتی ہے۔ قیمت کا فیصلہ کر دیجیئے۔ وہ تیرہ مانگتا ہے۔ میرے خیال میں ساڑھے نو کا مال ہے۔"

موتی کی ماں دنگ رہ گئی۔ اور بولی۔ "یہ بات تمہارے دماغ میں کہاں سے آئی۔ بات بنانے میں خوب ہوشیار ہو گئے ہو۔ ساڑھے نو روپے قیمت کی ڈھاکے کی ساڑھی

تمہیں کہاں سے مل گئی۔"

چند منٹ بعد جواب دیا۔ میں سمجھ گیا۔ کہ تصویر نے ان کے دماغ میں گھس کر خواب کی شکل اختیار کر لی ہے۔ وہ تصویر اٹھا لیتے۔ مگر شرم سے جھجک گئے۔"

"تم بھی تو کم لوبھی نہیں ہو۔ اگر وہ تصویر بھائی صاحب کو ہی دے دیتے۔ تو تمہارا کیا بگڑ جاتا۔"

"دے تو دی۔ مگر ویسے ہی نہیں دی۔ میں نے کہا۔ بھائی صاحب! اس تصویر کو اگر تم اپنے سونے کے کمرے میں لگا لو تو بہتر ہو گا۔"

بھائی صاحب نے گویا لاپرواہی سے جواب دیا۔ اچھا دیکھا جائیگا۔ یہ کہہ کر تصویر لے کر اوپر کے کمرے میں چلے گئے۔"

میں نے تصویر واپس لینے کا خیال گویا چھوڑ دیا۔ کیسی اچھی تصویر تھی۔ دوبارہ ایسی عمدہ تصویر نہیں اتر سکتی۔ انہیں (رکمنی) کو دیکھ کر میری حیرانی کسی طرح بھی کم نہیں ہوتی۔ میں سوچتا ہوں۔ کہ ہم لوگوں کی قسمت میں یہ کیسے ممکن ہوا۔"

"کیوں جی! بہو رانی کے سلسلہ میں جب تمہارا منہ کھل جاتا ہے۔ تو پھر بند ہی نہیں ہوتا۔ بات کیا ہے۔"

"منجھلی بہو! مجھے معلوم ہے تمہیں یہ باتیں ذرا کھٹکتی ہیں۔"

"نہیں ہرگز نہیں۔"

"ہاں تھوڑی سی! مگر اسی سلسلہ میں ایک بات یاد کرا دینا مناسب ہو گا۔ نورہ پور سٹیشن پر پہلے بہو رانی کے بھیا کو دیکھ کر تم نے جو باتیں کہی تھیں۔ اسے بھی زیادتی کہا جا سکتا ہے۔"

"اچھا اچھا! ان سب دلائل کو رہنے دو۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو کہو۔"

"مجھے تو معلوم پڑتا ہے۔ کہ بھائی صاحب آج ہی کل میں بہو رانی کو بلا بھیجیں گے۔"

یہ تو اچھی بات ہے۔ جیٹھ جی ہی بلا لیں۔"
میرے خیال میں بلانے سے پہلے ہی اگر بہو رانی چلی جائیں۔ تو اچھا ہو۔ بھائی صاحب
کی بھی بات رہ جائے۔ بیر داس بابو بھی چاہتے ہیں۔ کہ بہو رانی اپنے گھر جائے۔"
بیر داس کے ساتھ اس بارہ میں آج کیا کیا باتیں ہوئی ہیں۔ موتی کی ماں نے انہیں
کچھ نہیں بتایا۔ اور بولی۔ بیر داس بابو کے پاس جا کر کہو تو سہی"
"میں جاتا ہوں۔ وہ سن کر خوش ہوں گے"
اتنے میں کمدنی نے دروازے کے پاس آکر باہر سے ہی کہا:۔ اندر آسکتی ہوں"
موتی کی ماں نے کہا۔ "تمہارے لالہ جی تو انتظار میں بیٹھے ہیں"
کمدنی نے اندر آکر نوین سے کہا:۔ اچھا۔ چلو اب بھوجن کر لو۔"
کھانے سے پہلے ایک دفعہ تمہارے بھیا سے مل لوں۔ کچھ ضروری بات چیت
کرنی ہے"
"نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ آج وہ بہت بول چکے ہیں۔ اب انہیں آرام کرنے دو"
محض پانچ منٹ کے لئے اجازت دے دو۔ وہ میری بات سنکر ضرور خوش ہوں گے"
اچھا کھانے کے بعد سہی۔ یہ کہہ کر نوین کو کھانے کے کمرے میں لے آئی۔ بھوجن
کے بعد بھیا کے پاس پہنچے تو دیکھا۔ کہ وہ ابھی تک سوئے نہیں۔"
نوین نے آگے بڑھ کر بیر داس کے پاؤں چھوئے اور کہا۔ آرام میں مخل نہیں ہونا چاہتا۔
ایک بات کہہ کر چلا جاؤں گا۔ بہو رانی اب گھر چلیں ہم لوگ راہ دیکھ رہے ہیں۔
بیر داس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چپ چاپ بیٹھے رہے۔ کچھ دیر بعد نوین نے
کہا۔ آپ کی اجازت ملتے ہی انہیں لے جانے کی تیاری کر دوں گا۔"
اتنے میں کمدنی آہستہ سے بھیا کے پاؤں کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ بیر داس نے
اس کے منہ کیطرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اگر تو سمجھے کہ تیرے جانے کا وقت ہو گیا تو جا کمد۔

کمُدنی نے کہا۔ "نہیں بھیّا! نہیں جاؤں گی"۔ یہ کہہ کر وہ پھر اس کے گھٹنوں پر اوندھی ہو کر جھک گئی۔

کمُدنی تھوڑی دیر بعد اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور نوین سے بولی۔ "چلو اب دیر بہت ہو گئی۔ بھیّا تم سوؤ۔"

موتی کی ماں نے آکر نوین سے کہا۔ "ایسی ضد ٹھیک نہیں۔ رشتہ داری آخر رشتہ داری ہے۔ لڑکی والوں کے لئے اتنا غرور واجب نہیں۔"

نوین نے جواب دیا۔ "کچھ دن اور دیکھ لیں۔ بھائی صاحب کی بے صبری کو بھی ذرا بڑھ جانے دو۔ اس میں ہرج کیا ہے۔"

(۴۴)

مدھوسودن کے گھر میں شیاما کی جگہ پختہ ہو گئی ہے۔ پہلے تو اسے ایسا معلوم ہوا تھا کہ گھر کے سب نوکر چاکر دل پر اس کی حکومت ہے۔ مگر اب قدم قدم پر سمجھ رہی ہے کہ وہ اسے مالکن کی گدی پر بیٹھنے کے لئے دل سے خوش نہیں۔ کچھ دن پہلے شیاما اس گھر میں کسی گنتی میں نہ تھی۔ مگر اب وہ ہر ایک کی نظروں میں تھی۔ گھر کے ایک پرانے نوکر نے شیاما کی پھٹکار نہ سہہ کر استعفےٰ دے دیا۔ اس پر شیاما کو بُری طرح سر جھکانا پڑا تھا۔ مدھوسودن بھی یقینی طور پر سمجھتا ہے۔ کہ شیاما کے بارہ میں فکر کرنے یا وقت کھونے کی ضرورت نہیں۔ شیاما سے اسے محبت ہے۔ لیکن مدھوسودن کے لئے کام سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں۔ روپیہ پیسے اور اشیا وغیرہ سے شیاما ہمیشہ محروم رہتی ہے۔ اتنے بڑے امیر آدمی سے جن جن چیزوں کی اسے معمولی طور پر بھی امید تھی۔ وہ بھی اسے نہ ملیں۔ مدھوسودن درمیان میں کسی کسی دن خوش ہو کر اسے کپڑے اور زیور وغیرہ لا دیتا تھا۔ لیکن اس سے شیاما کی اشیا کو جمع کرنے کی بھوک نہیں مٹ سکتی تھی۔

ان کمزور اور ناقابلِ برداشت حالات کے درمیان شیام سندری کو ایک خوف ہر

وقت لگا رہتا تھا۔ نہ جانے کب کمُدنی آکر اپنی جگہ پر بیٹھ جائے۔ اس رشک کی وجہ سے
اسے ایک منٹ بھی چین نہ تھی۔ وہ جانتی ہے۔ کمدنی کے ساتھ اس کا نباہ نہیں ہو سکتا۔
کیونکہ دونوں کا دائرہ عمل مختلف ہے،

مدھو سودھن نے جب شیاما کو قبول نہیں کیا تھا۔ تب اسے اتنی ناقابل برداشت
تکلیف نہ تھی۔ اپنی بدقسمتی پر وہ شاکر تھی۔ کبھی کبھی معمولی خوراک کو ہی اس نے کافی سمجھا تھا۔
مگر آج اپنے حقوق کا چھن جانے کا خوف لگا ہوا ہے۔ موتی کی ماں کے پاس جا کر ایک
دفعہ صاف دل سے بات چیت کر کے ڈھارس پانے کی اس نے کوشش کی تھی۔ مگر وہ
جھنجھلاہٹ کے ساتھ سر ہلا کر علیحدہ ہو گئی تھی۔ یہیں سے شیاما کو بہت غصہ آیا تھا۔

اتنے میں ایک دن اس نے شام کے وقت سونے کے کمرے میں آکر دیکھا میز
یہ دیوار سے لگا ہوا کمدنی کا فوٹو کانٹے میں پھنسی ہوئی مچھلی کی طرح اندر سے اس کا دل
پھڑ پھڑانے لگا۔ جی میں آیا۔ کہ تصویر پر سے نگاہیں ہٹا لے۔ مگر نہیں ہٹا سکی۔ ایک ٹک دیکھتی
رہی۔ چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔ آنکھیں جلنے لگیں۔ مٹھیاں مضبوطی سے باندھ لیں کوئی چیز توڑ
ڈالنے پھاڑنے چیرنے کی خواہش ابھر آئی مگر کہیں کوئی چیز جوش میں ٹوٹ جانے سے
جھگڑا کھڑا نہ ہو جائے۔ یہ سوچ کر وہ باہر نکل آئی۔ اپنے کمرے میں بستر پر لیٹ گئی۔
اور بچھونے کی چادر کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا،

رات ہو گئی۔ باہر سے نوکر نے خبر دی۔ کہ مہاراج اوپر بلا رہے ہیں۔ کہنے کی ہمت
نہیں کہ نہیں جاتی۔ جھٹ پٹ اٹھ کر ہاتھ منہ دھو کر اور پھولدار ڈھاکے کی ساڑھی پہن کر
اور اوپر سے خوشبو چھڑک کر اوپر گئی۔ مدھو سودھن کے کمرے میں وہ اس کوشش میں تھی
کہ تصویر پر نظر نہ جائے۔ مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ شیاما مدھو سودھن کو پان دے کر اس کے
پاؤں پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ کوئی بھی وجہ ہو۔ آج مدھو سودھن خوش تھا۔ ولایتی دوکان سے چاندی
کا ایک فوٹو گراف کا فریم خرید لایا تھا۔ سنجیدگی کے ساتھ اس نے شیاما سے کہا۔ یہ تو شیاما

سے پیار کرتے ہوئے بھی مٹھاس کی بارش میں مدھوسودھن کنجوسی سے کام لیتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اسے ذرا سی بھی شہد دینے سے پھر وہ اس کے انتظام میں نہیں رہے گی۔

زیور ایک براؤن کاغذ میں لپٹا ہوا تھا۔ شیاملا نے آہستہ سے کاغذ کھول کر کہا۔ "کیا ہوگا اس کا۔"

مدھوسودھن نے کہا۔ نہیں جانتی! اس میں فوٹو گراف رکھا جاتا ہے۔"

شیاملا کی چھاتی کے اندر گویا کسی نے زور سے ہنٹر مارا۔ بولی۔ "کس کا فوٹو گراف رکھو گے۔"

"تم خود اپنا رکھنا۔ اس دن وہ جو فوٹو اترا دیا تھا۔"

"مجھے اتنے سہاگ کا کیا کرنا ہے۔" کہہ کر اس نے فریم زمین پر دے مارا۔

مدھوسودھن کو بڑی حیرانی ہوئی بولا۔ "اس کے کیا معنے؟"

"اس کے معنی کچھ نہیں" یہ کہہ کر ہاتھوں سے منہ ڈھانپ کر رونے لگی۔ اس کے بعد بچھونے سے اٹھ کر زمین پر لیٹ کر سر دھننے لگی۔ مدھوسودھن نے سوچا۔ کم قیمت کی چیز اسے پسند نہیں آئی۔ شاید اس کی خواہش تھی۔ ایک بڑھیا زیور حاصل کرنے کی دن بھر دفتر کا کام کرنے کے بعد شام کو گھر آکر اسے یہ جھگڑا بالکل اچھا نہ لگا۔ بڑے زور سے کڑک کر بولا۔ "اٹھو جلدی۔ جلدی اٹھو۔"

شیاملا اٹھ کر تیزی کے ساتھ کمرے سے باہر چلی گئی۔ مدھوسودھن نے کہا۔ "یہ باتیں یہاں کسی طرح نہیں چل سکتیں۔"

مدھوسودھن سمجھتا تھا۔ شیاملا ابھی آکر معافی مانگے گی۔ مگر دس بج گئے۔ وہ نہ آئی۔ ایک دفعہ شیاملا کے دروازے کے باہر سے آواز آئی۔ "مہاراج بلاتے ہیں۔"

شیاملا نے کہہ دیا۔ "مہاراج کو کہہ دو کہ میری طبیعت خراب ہے۔"

مدھوسودھن سوچنے لگا۔ اتنی حماقت۔ بہت حوصلہ بڑھ گیا ہے۔ حکم پا کر بھی نہیں آتی دل میں سوچا۔ کہ اور تھوڑی دیر بعد آجائے گی۔ مگر وہ پھر بھی نہیں آئی۔ بستر سے اٹھ کر تیزی سے

شیاما کے پاس چل دیا۔ کمرے میں داخل ہو کر دیکھا۔ کہ بالکل اندھیرا ہے۔ اور یہ بھی کچھ کچھ معلوم ہوا۔ کہ شیاما زمین پر پڑی ہے۔ مدھوسودھن نے سوچا۔ یہ سب اپنی بات رکھنے کے لئے نخرے ہیں۔ اس لئے گرج کر بولا۔ "اٹھ کر چلو سیدھے سے جلدی۔ اٹھو نخرے نہ دکھاؤ۔" شیاما بغیر کچھ کہے۔ اُٹھ کر پیچھے پیچھے چل دی۔

دوسرے دن دفتر جانے سے پہلے کھانا کھا کر جب مدھوسودھن اوپر آرام کرنے گیا۔ تو دیکھا۔ کہ میز پر سے تصویر غائب ہے۔ شیاما کو بلایا گیا۔ وہ ناراض تھی۔

مدھوسودھن نے پوچھا۔ "میز پر تصویر رکھی تھی۔ کہاں گئی۔ جلدی بتاؤ۔"

شیاما نے حیرانی سے کہا۔ "تصویر! کیسی تصویر۔ میں نے نہیں دیکھی۔"

"جھوٹ بول رہی ہو۔ جہاں رکھی ہو وہاں سے جلدی نکال کر لاؤ۔ نہیں تو اچھا نہیں ہوگا۔"

"ہے بھگوان کیسی آفت ہے۔ تمہاری تصویر میرے پاس کہاں ہے۔ جو نکال لاؤں گی۔"

نوکر کی معرفت منجھلے بابو کو بلایا گیا۔ اس کے آنے پر مدھوسودھن نے کہا۔ "بڑی بہو کو بلا لو۔"

شیاما منہ بنا کر کاٹھ کی پتلی کی طرح چپ چاپ کھڑی رہی۔ نوین نے کچھ دیر بعد سر کھجلاتے ہوئے کہا۔ "بھائی صاحب! ایک دفعہ تم وہاں جاؤ۔ کیا ہرج ہے۔ اگر تم ہی جا کر لاؤ۔ تو بہو رانی کو خوشی ہوگی۔"

مدھوسودھن کچھ دیر سنجیدگی سے حقہ پیتا رہا۔ پھر بولا۔ "اچھا کل اتوار ہے۔ کل کو جاؤں گا۔"

نوین نے اپنی بیوی سے جا کر کہا۔ "ایک کام کر آیا ہوں۔ بغیر صلاح کئے۔ کیونکہ ایسا کرنے کا وقت نہیں تھا۔"

"تب تو معلوم ہوتا ہے۔ تمہیں پچھتانا پڑے گا۔"

" تعجب نہیں۔ بات یہ ہے۔ کہ بھائی صاحب نے آج حکم دیا تھا۔ کہ بھو رانی کو بُلالو۔ مَیں نے فوراً کہا۔ اگر تم خود جا کر لاؤ۔ تو بہت اچھا ہو۔ بھائیصاحب نہ معلوم کیوں فوراً راضی ہو گئے۔ ابھی وقت سے سوچ رہا ہوں۔ اس کا نتیجہ کیا ہو گا۔"

" اچھّا نہیں ہو گا۔ ہیرداس بابو نہ جانے کیا کہہ بیٹھیں۔ کہیں بھا بھائت کی لڑائی نہ چھڑ جائے۔ تم نے ایسا کیوں کیا۔ اب یہ سوچو کیا کرنا چاہیئے۔"

" پہلے سے ہی سب باتوں میں شروع سے آخر تک نہ سوچنے سے بعد میں دھوکا کھانا پڑتا ہے۔ پہلے موجودہ بات کو سوچنا چاہیئے۔ ہیرداس بابو سے بھائی صاحب کا مِلنے جانے کا نتیجہ کیا ہو سکتا ہے۔ ابھی سے اس بات کی فکر کرنا اپنی بے وقوفی کا ثبوت دینا ہے۔"

" ممکن ہے۔ بڑی مشکل کا سامنا ہو۔"

(۴۵)

اس دن صبح بہت دیر تک کمدنی اپنے بھیا کے کمرے میں بیٹھ کر گانی بجاتی رہی۔ اتنے میں خبر آئی" مہاراج مدھوسودھن آئے ہیں۔"

کمدنی کا چہرہ دم بھر میں فق ہو گیا۔ اسے دیکھ کر ہیرداس کے دل پر بہت چوٹ لگی۔ بولے۔ کمدنی تو اندر جا تیری ضرورت نہ ہو گی۔"

کمدنی جلدی سے چلی سی۔ مدھوسودھن دیدہ و دانستہ بغیر خبر دیئے آیا ہے۔ اس کی پوشاک بڑی عجیب تھی۔ گھر کے نوکر چاکر نوکرانیاں سب اس سے متاثر ہو جائیں۔ اس خیال سے اس نے یہ سانگ بنایا تھا۔ مدھوسودھن کمرے میں آ کر جلدی سے ایک آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔ اور بولا" کیسی طبیعت ہے ہیرداس بابو۔"

اس کا کچھ جواب نہ دے کر ہیرداس بابو نے پوچھا۔ آپ کی صحت تو بالکل ٹھیک رہتی ہے نا۔"

"بالکل ٹھیک تو نہیں رہتی۔ روزانہ شام کے وقت سر میں درد ہونے لگتا ہے۔ اور بھوک بھی اچھی طرح نہیں لگتی۔ اور کبھی کبھی رات کو نیند نہ آنا بہت بُرا ہے۔"

بیر داس نے کہا۔ شاید دفتر کے کام میں زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے۔"

"ایسا کچھ نہیں۔"

پیچوانی حقہ۔ پان کا ڈبہ۔ سپاری۔ الائچی۔ زردہ وغیرہ لئے ہوئے نوکر آگیا۔ اندر سے خبر آئی۔ ناشتہ تیار ہے۔ مدھوسودھن نے کہا۔ یہ تو نہیں ہوگا۔ پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ کہ بھوک کم لگتی ہے۔ ذراسی بدپرہیزی سے تکلیف ہو جاتی ہے۔"

بیر داس نے جلدی نہیں کی۔ نوکر سے کہا۔ "تو آجی کو کہہ دو۔ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں کچھ کھائیں گے نہیں۔"

اتنے میں ایک معمولی سی کالے کنارے کی سفید ساڑھی پہنے آنکھوں تک گھونگھٹ نکالے کمدنی آپہنچی۔ بیر داس کو یہ امید نہ تھی۔ پہلے اپنے خاندان کے بھر بھیا کے پاؤں چھو کر کمدنی نے مدھوسودھن سے کہا۔ بھیا کی طبیعت خراب ہے۔ کمزور ہیں۔ زیادہ بات چیت کرنے کی ڈاکٹر نے ممانعت کر رکھی ہے۔ تم اس بغل کے کمرے میں آجاؤ۔"

مدھوسودھن کے چہرے پر سُرخی آگئی۔ جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ بیر داس کے مُنہ کی طرف بغیر دیکھے ہی کہا۔ "اچھا تو اب چلتا ہوں۔"

جی میں آیا کہ دندناتا ہوا سیدھا جا کر گاڑی پر سوار ہو جائے۔ مگر کمدنی کی خوبصورتی نے جو آج اسے پہلی دفعہ دکھائی دی۔ قدم نہ اٹھانے دیا۔ مدھوسودھن کا جی چاہنے لگا۔ کہ ذرا بھی دیر نہ کرے۔ ابھی اسے لے جائے۔ وہ میری ہے۔ میرے ہی ہے۔ میرے گھر کی ہے۔"

بغل کے کمرے میں صوفے کی طرف اشارہ کر کے کمدنی نے جب بیٹھنے کے

لئے کہا۔ تو اسے بیٹھنا ہی پڑا۔ کمدنی بیٹھی نہیں۔ ایک کرسی کے پیچھے کھڑی رہی۔ اور بولی۔ "مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہو۔"

مدہوسودھن نے کہا۔ "گھر نہیں چلوگی۔ کیا بات ہے۔"

"نہیں! میری تو تمہیں ضرورت نہیں" کمدنی نے جواب دیا۔

مدہوسودھن نے سمجھا۔ شیام سندری کی بات سُن لی ہوگی۔ کہنے لگا۔ "ضرورت نہیں تو اور کیا ہے۔ سنسان گھر کیسے اچھا لگتا ہے۔"

بحث مباحثہ کرنے کو کمدنی کا جی نہ چاہا۔ اس نے مختصراً پھر کہا۔ "میں نہیں جاؤنگی۔"

"اس کے معنے۔ گھر کی بہو گھر نہیں جائیگی۔"

کمدنی نے پھر آہستہ سے کہا۔ "نہیں۔"

مدہوسودھن سو نے سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور بولا۔ کیا جاؤ گی نہیں۔ جانا ہی ہوگا۔"

کمدنی نے کچھ جواب نہ دیا۔ مدہوسودھن پھر کہنے لگا: "جانتی ہو پولیس کو بُلا کر تمہیں لے جا سکتا ہوں۔ چوٹی پکڑ کر نہیں کہنے سے کچھ نہ بنے گا۔"

کمدنی اب بھی خاموش رہی۔ مدہوسودھن نے گرج کر کہا۔ "بھیا کے سکول میں پھر پوری پوری چال سیکھنا شروع کردی۔ یہی معلوم ہوتا ہے۔"

کمدنی نے ایک دفعہ ترچھی نظر سے بھیا کے کمرے کی طرف دیکھا۔ اور پھر بولی۔ "چپ ہو جاؤ۔ اس طرح چلا کر بات مت کرو۔"

"کیوں! تمہارے بھیا سے ڈرتے ہوئے بات کرنی ہوگی کیا۔ کچھ معلوم بھی ہے۔ انہیں ابھی گھر سے نکال کر راستے پر کھڑا کر سکتا ہوں۔"

دوسرے ہی لمحہ میں کمدنی نے دیکھا۔ کہ اس کے بھیا دروازے پر آکر کھڑے ہو گئے ہیں۔ لمبا قد ہے۔ دُبلا پتلا جسم۔ زرد جسم۔ بڑی بڑی آنکھوں سے شعلے نکل رہے ہیں۔ انہوں نے کمدنی کو بلا کر کہا۔ "آ کمد میرے کمرے میں آجا۔"

مدھو سودھن چلّا اٹھا۔ اور بولا: "یاد رہے گی تمہاری یہ حماقت تمہارے نور پور کا نور کا نہ مٹادیا۔ تو میرا نام مدھو سودھن نہیں۔"

اپنے کمرے میں پہنچتے ہی ہیرداس بچھونے پر لیٹ گئے۔ آنکھیں بند کر لیں۔ نیند سے نہیں بلکہ تھکاوٹ اور فکر سے کمدنی سر کے پاس بیٹھ کر پنکھے سے ہوا کرنے لگی۔ بہت دیر ہو جانے پر کشیبالو نے آکر کہا: "آج کیا کھائے گی نہیں کمدات تو بہت ہو گئی۔"

ہیرداس نے آنکھیں کھولکر کہا: "کمد جا کھا آ۔ ذرا اپنے کالو بھیّا کو بھیج دینا۔"

کمدنی نے کہا: "بھیّا تمہارے پاؤں پڑتی ہوں۔ ابھی کالو بھیّا کو رہنے دو۔ ذرا سونے کی کوشش کرو۔"

ہیرداس منہ سے کچھ نہ کہہ کر سخت تکلیف کی نظر سے کمدنی کے منہ کی طرف دیکھتے رہے۔ کمدنی آہستہ سے اُٹھ کر باہر آگئی۔ اور دروازہ بند کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد ہی کالو نے خبر بھیجی۔ کہ وہ ملنا چاہتے ہیں۔ ہیرداس اٹھ کر تکیئے کے سہارے بیٹھ گئے۔ کالو نے کہا: "داماد صاحب آکر تھوڑی دیر بعد ہی چلے گئے۔ کیا بات ہوئی کمدنی کو لے جانے کے بارہ میں انہوں نے کچھ کہا تھا۔"

"ہاں! کہا تو تھا۔ کمُدنی نے جواب دیا ہے۔ وہ نہیں جائے گی۔"

کالو بہت ڈر کر بولا: "کہتے کیا ہو۔ بھائی صاحب تب تو ستیاناش ہو گیا۔"

"ستیاناش سے ہم لوگ کبھی بھی نہیں ڈرے۔ ڈرتے ہیں تو بے عزّتی سے۔"

"تو تیار ہو جاؤ۔ دیر کرنا ٹھیک نہیں۔ خون میں بھرا ہے۔ جائیگا کہاں۔ مگر اب بچیں کیسے۔"

ہیرداس آنکھیں کھول کر بولے۔ تحریر کے مطابق مدھو سودھن چھ مہینے کا نوٹس دیئے۔ بغیر ہم سے روپیہ نہیں مانگ سکتا۔ اتنے میں سبلودھ کے آنے پر کوئی سبیل نکل آئے گی۔

کالو نے ہمدردی کی نظر سے ہیرداس کے منہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "مہیں مگر

کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔"

دوسرے دن ہیرداس کے نام ایک انگریزی کی چٹھی مدھوسودھن نے بھیجی۔ شاید کسی وکیل سے لکھوائی گئی تھی۔ اس میں پوچھا گیا تھا۔ کہ وہ کمدنی کو بھیجیں گے یا نہیں۔"

ہیرداس نے کمدنی سے پوچھا۔ "کیا اچھی طرح سوچ سمجھ لیا ہے تو نے۔"

کمدنی نے کہا "میں نے سوچنا ختم کر دیا ہے۔"

"اگر تجھے زبردستی لے جانے کی کوشش ہوئی تو طاقت کے ساتھ اپنے آپ کو سنبھال سکے گی۔"

"تمہارے اوپر اگر ظلم نہ ہوا تو اپنے آپ کو میں خوب اچھی طرح سنبھال سکتی ہوں۔"

"دیکھ کمدنی! وہ اودھم مچائیں گے۔ سماج کے زور سے۔ قانون کے زور سے جھگڑا کرنے کا حق انہیں ہے۔ اور چاروں طرف بدنامی کا طوفان کھڑا ہو جائے گا۔"

"بھیا! اس سے تمہارا نقصان تو نہ ہوگا۔"

"اگر تمہاری بے عزتی ہوئی تو اس سے زیادہ میرا اور کیا نقصان ہوگا۔ میں کس کلیجے سے تمہیں وہاں بھیج سکوں گا۔"

بھیا کی چھاتی کے پاس پلنگ کے کنارے سر رکھ کر دوسری طرف منہ پھیر کر کمدنی نے کہا "لیکن میں تم لوگوں پہ بوجھ بن کر تو نہ رہوں گی۔ ٹھیک کہہ رہے ہو۔"

کمدنی کے ماتھے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ہیرداس نے کہا "بوجھ کیوں ہونے لگی بہن! اور بہت جلدی ہم لوگوں کا زمانہ بھی بدلنے والا ہے۔ ہمیں رہنا ہوگا۔ غریبوں کی طرح۔"

کمدنی کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ "میری ایسی قسمت ہو تو میں زندہ ہو جاؤں۔"

ہیرداس مدھوسودھن کی چٹھی کو پی گئے۔ کوئی جواب نہیں دیا۔

(۴۶)

دو دن بعد ہی موتی کی ماں اور ہابلو کو ساتھ لئے ہوئے نوین آ پہنچا۔ ہابلو تائی صاحبہ

کی گود میں جاکر اس کی چھاتی سے سر لگا کر ذرا رو لیا۔ اس کا یہ رونا کس لئے ہے، یہ بتانا مشکل ہے۔"

کمدنی نے بابلو کو چھاتی سے لگا کر کہا "دنیا کے رنگ نرالے ہیں گوپال رونے کا یہاں کوئی ٹھکانا نہیں۔ میں کیا مدد کر سکتی ہوں جس سے انسانوں کی اولاد کا رونا کم ہو جائے"۔

نوین نے کہا۔ "بہو رانی ہم اب رجب پور کے پشتینی گھر میں جا رہے ہیں۔ یہاں کی باری ختم ہوئی۔"

کمدنی نے گھبرا کر کہا "مجھ بدقسمت نے تم لوگوں پر آفت لا دی۔"

نوین نے کہا "ٹھیک ہے اس سے الٹی بات ہے۔ بہت عرصہ سے جانیکا ارادہ تھا۔ مگر اتنے میں تم آگئیں ہمارے گھر۔"

اتنے میں موتی کی ماں نے کہا۔ "کیا تم سسرال کبھی بھی نہ جاؤ گی۔ کیا پختہ فیصلہ کر لیا ہے؟"

کمدنی نے اس کے جواب میں سختی سے کہا "نہیں جاؤں گی۔"

موتی کی ماں نے پوچھا "تو پھر تم کیا کرو گی۔ گذارہ کس طرح ہوگا۔"

کمدنی نے کہا۔ "اتنی وسیع دنیا ہے میرے لئے بھی اس میں کوئی ٹکڑا نکل آئیگا۔"

"کمدنی سمجھ رہی تھی۔ کہ موتی کی ماں کا دل اس سے بہت کچھ دور ہو گیا ہے۔ نوین سے اس نے پوچھا۔ "لالہ جی۔ اب کیا کرو گے؟"

ندی کنارے تھوڑی سی زمین ہے۔ اسی سے روکھا سوکھا کھانے کو مل جائیگا۔"

موتی کی ماں نے ذرا گرم ہو کر کہا۔ "اجی جناب! اس کیلئے تمہیں فکر نہ کرنی ہوگی۔"

اتنے میں اطلاع ملی "ڈاکٹر صاحب آئے ہیں"۔ کمدنی نے کہا "ذرا ٹھہرو۔ میں ابھی آتی ہوں۔ سن آؤں۔ ڈاکٹر کیا کہتا ہے۔"

ڈاکٹر نے کمدنی سے کہا "نبض پہلے سے کچھ خراب معلوم ہوتی ہے۔ رات کو نیند کم آتی ہے۔ شاید مریض کو آرام نہیں ملتا۔"

کمدنی مہمانوں کے پاس واپس جارہی تھی۔ اتنے میں کالو نے کہا۔ کمدنی جال بہت پیچیدہ ہو رہا ہے۔ تم اگر اس وقت سسرال نہیں جاؤ گی۔ تو مصیبت اور بھی بڑھ جائے گی۔"

کمدنی چپ چاپ کھڑی رہی۔ کالو کہنے لگا۔ سسرال سے سخت چٹھی آئی ہے۔ اور ہم لوگ بالکل ان کی مٹھی میں ہیں۔"

کمدنی نے کہا۔ میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کالو بھیا۔ میرے لئے سوائے موت کے اور کوئی راستہ نہیں۔" یہ کہہ کر کمدنی جلدی سے چلی گئی۔

اسی درمیان میں جب کمدنی بھیا کے کمرے میں تھی۔ موتی کی ماں کے ساتھ کشیابوا کی بات چیت ہوئی۔ کئی طرح کی علامات سے دونوں کے دل میں شک ہو گیا۔ کہ کمدنی حاملہ ہے۔ موتی کی ماں بہت خوش ہوئی۔ دل ہی دل میں بولی" بھگوان کریں ایسا ہی ہو۔ اب تو ناڑیوں میں گرہ پڑ گئی۔ بھاگ کر کہاں جائے گی۔"

موتی کی ماں نے کمدنی کو تخلیہ میں لے جا کر اپنے شک کی بات اس سے کہی کمدنی کا چہرہ اتر گیا۔ اس نے ہاتھ کی مٹھی باندھ کر کہا" نہیں۔ نہیں یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ ہرگز نہیں۔"

موتی کی ماں نے غصہ سے کہا۔ کیوں نہیں ہو سکتا بہن! تمہارے لئے کوئی قدرت کے علیحدہ قاعدے تو نہ بنیں گے۔"

کمدنی نے موتی کی ماں سے پوچھا" تمہیں کیسے یقین ہو گیا۔"

موتی کی ماں کو بہت غصہ آیا۔ اپنے آپ کو سنبھال کر بولی" لڑکے کی ماں ہوں۔ میں۔ اگر مجھے معلوم نہ ہو گا۔ تو اور کسے معلوم ہو گا۔ پھر بھی کسی دایہ کو بلا کر امتحان کرا لینا چاہیئے۔"

نوین، موتی کی ماں اور ہابلو کے جانے کا وقت ہو گیا۔ قدرت کی اس انتہائی بے انصافی کی بات کو بھلا کر آج کمدنی اور کسی بات کے متعلق سوچ ہی نہ سکتی تھی۔ اسی لئے سسرال کے دوستوں کو اس نے بہت ہی معمولی طریقہ سے وداع کیا۔

نوین نے جاتے وقت کہا۔ "بہورانی۔ علیحدگی اور تبدیلی قدرتی ہے۔ مگر
تمہاری سیوا کرنے کا سوبھاگیہ جو مجھے مل گیا تھا۔ ایک دن وہ ختم ہو جائیگا۔ اس کا میں
نے کبھی خیال نہ کیا تھا۔ پھر کبھی بھینٹ ہوگی۔" نوین نے پرنام کیا۔ مالیو۔ چپ چاپ
رونے لگا۔ موتی کی ماں منہ کو سخت بنائے رہی۔ ایک بھی بات نہیں کی۔ یہ بات ہیرداس
کے کانوں تک بھی پہنچ گئی۔ دایہ آئی اور کمدنی کے حاملہ ہونے میں شک باقی نہ رہا۔
مدھوسودھن کو بھی یہ بات معلوم ہو گئی۔ دل میں جتنا خوش ہوا اتنا ہی قصور کی ذمہ داری
ہیرداس پر ڈالنے لگا۔ انہیں ایک دوسری چٹھی لکھنی شروع کی۔ WHERERS
سے اور ختم کی۔ YOUR OBEDIENT
SERVANT پر درمیان میں تھا۔۔۔۔ نہیں تو مجبور ہو
کر مجھے یہ تکلیف دہ فرض ادا کرنا ہوگا۔" اس طرح کی دھمکی آمیز چٹھی سے چپ رہتی
خاندان پر الٹا اثر پڑتا ہے۔ ہیرداس نے وہ چٹھی کالو کو دکھائی۔ اس کے چہرے پر
سرخی آ گئی۔ اس نے کہا: "اس طرح کی چٹھی سے میرے جیسے معمولی آدمی کے جسم میں
بھی خون جوش مارنے لگتا ہے۔"

شام کو ہیرداس نے کمدنی کو اپنے پاس بلایا۔ کمدنی اپنے آپ کو چھپاتی
پھرتی تھی۔ اسی لئے آج اسے بھیا کے پاس آنے میں دیر لگی۔ آخر بھیا کے پاس آکر
اس نے کہا: "بھیا! مجھے اب کچھ بھی اچھا نہیں لگتا۔"

ہیرداس نے کہا: "غلط سمجھا ہے۔ تم نے کمد تجھے اچھا لگنے لگے گا۔ اور کچھ
دن بعد ہی تمہارا جی بھر جائیگا۔"

"مگر بھیا!" کہہ کر کمدنی چپ رہ گئی۔

"یہ تو میں سمجھتا ہوں۔ اب تمہارا بندھن کون توڑ سکتا ہے۔"

"تو کیا جانا ہوگا بھیا؟"

"تجھے میں منع کر سکوں۔ یہ حق اب میرے پاس نہیں۔ تمہاری اولاد کو اس کے گھر سے محروم کروں کس طاقت پر۔"

کمدنی بہت دیر تک چپ چاپ بیٹھی رہی۔ بیر داس بھی کچھ نہیں بولے۔

آخر میں بڑے نرم لہجہ میں کمدنی نے پوچھا: "تو کب جانا ہوگا۔"

"کل ہی! اب دیر نہ کی جائے گی۔"

"بھیا! ایک بات شاید تم سمجھتے ہی ہو گے۔ کہ اس دفعہ جانے پر وہ مجھے پھر کبھی تمہارے پاس نہ آنے دیں گے۔"

"یہ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"میرا دل تم سے ملنے کے لئے تڑپے گا۔ مگر تمہیں نہ مل سکوں گی۔ لڑکا ہونے پر مجھے آزاد کرا لینا۔"

"اس کے لئے تمہیں سوچنے کی ضرورت نہیں پہلے لڑکا ہونے دو پھر کچھ کہنا۔"

کمدنی چوکی سے اتر کر بھیا کے پاؤں پر سر رکھ کر پڑی رہی۔ رات ڈھلنے لگی۔ بیر داس جنگل کے باہر دیکھتے ہوئے سوچنے لگے۔

(۴۷)

دوسرے دن خوب صبح ہی اٹھ کر بیر داس نے کمدنی کو بلایا۔ کمدنی نے آ کر دیکھا۔ کہ بیر داس بستر پر بیٹھے ہیں۔ ایک اسراج گود میں ہے۔ اور دوسرا بغل میں پڑا ہے کمدنی سے بولے: "اسراج اٹھا لے ہم دونوں مل کر بجائیں۔"

اس وقت بھی کچھ کچھ اندھیرا تھا۔ ساری رات کے بعد کچھ ٹھنڈی ہو کر ہوا پیپل کے پتوں سے کھیل رہی تھی۔ کوؤں نے بولنا شروع کر دیا تھا۔ دونوں نے بھیرویں راگنی کا الاپ شروع کیا۔ پرسکون میٹھا اور پتا تاثیر سُر ہے۔ نوکر چاکر دروازے کے پاس تک آ کر کھڑے کھڑے لوٹ گئے۔ گھر صاف نہ ہو سکا۔ دھوپ چڑھ آئی۔ دریان آیا۔

آہستہ سے اخبار تپائی پر رکھ کر چپ چاپ چلا گیا۔

آخر باجہ بند کر کے بیرداس نے کہا" کمو! تو سمجھتی ہے۔ میرا کوئی دھرم نہیں ہے۔ اپنے دھرم کو الفاظ میں کہوں۔ تو وہ اور پیچیدہ ہو جاتا ہے۔ اسی لئے نہیں کہتا۔ گانے کے سُر میں اس کی شکل دیکھتا ہوں۔ اس میں تکلیف ہے۔ اور بے حد مسرت دونوں ایک ہو کر اس میں سما گئے ہیں۔ میں اسے نام نہیں دے سکتا۔ تو آج چلی جا رہی ہے۔ کمو۔ اب شاید ملاقات نہ ہوگی۔ شکنتلا پڑھی ہے۔ وشینت کے گھر جانے کے لئے جب شکنتلا نے سفر اختیار کیا تھا۔ تو کنو رشی اسے کچھ دور تک چھوڑ آئے تھے۔ جس دنیا میں اسے پہنچانے کے لئے وہ ساتھ گئے تھے۔ اس میں بہت تکلیف اور بے عزتی تھی۔ لیکن وہ وہاں ہی نہیں ٹھہری۔ بلکہ اسے عبور کر کے شکنتلا دائمی مسرت کی گود میں چلی گئی تھی۔ آج صبح ہی بھیردی راگنی میں اسی مسرت اور سکونِ قلب کا سر ہے۔ میرے دل کی تمام دعائیں تجھے اس پاکیزہ تکمیل کی طرف گامزن کرتی رہیں۔ وہ تکمیل تیرے اندرونی و بیرونی تمام مصائب کو اور تیری بے عزتی کو ختم کر دے گی۔

کمدنی کچھ نہیں بولی۔ بیرداس کے پاؤں پر سر رکھ کر پرنام کیا۔ تھوڑی دیر تک جنگل کے باہر روشنی کی طرف کھڑی دیکھتی رہی۔ اس کے بعد بولی" بھیا! تمہاری چائے روٹی بنا کر دے آؤں۔"

مدھوسودھن نے آج جیوتشی کو بلا کر مشہور مہورت نکلوا لیا تھا۔ صبح دس بجے کے بعد ٹھیک وقت پر بانات سے گھری ہوئی پالکی دروازے پہ آ گئی۔ مدریاں وردیاں پہن کر آ گئے۔ شان کے ساتھ کمدنی کو مرزا پور محل میں لے آئے۔ جہاں نوبت بج رہی تھی۔ برہمنوں کو کھانا کھلایا جا رہا تھا۔

نوکر چائے کا پیالہ لے کر بیرداس کے کمرے میں آیا۔ آج بیرداس بستر پہ نہیں ہیں۔ جنگل کے کنارے چوکی پہ بیٹھے ہیں۔ کب چائے آئی کچھ خبر ہی نہیں۔ انہیں نوکر

لوٹ گیا۔ پھر لوا جی دوا لے کر آئیں۔ بیر داس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا بیٹو بہت دیر ہوگئی ہے بیٹیا!"

بیرداس چوکی سے اٹھ کر آہستہ آہستہ بستر پر آکر لیٹ گئے۔ کیشیا بوا کی خواہش تھی۔ کہ مدھوسودھن جس عزت اور شان سے کمدنی کو لے گیا ہے۔ اسکی تفصیل بیرداس بیان کریں۔ مگر ان کی خاموشی دیکھ کر ان کے منہ سے بھی کوئی بات نہ نکل سکی۔

بیرداس جب کہنے لگے:- بوا جی۔ کالو کو بھیج دو۔ میرے پاس ان الفاظ میں غضب کی حسرت تھی۔ بوا کے بھی خوف و ہراس سے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

کالو جب آیا۔ تو بیرداس نے اس کے ہاتھ میں ایک چٹھی دی۔ یہ سبودھ کی لکھی ہوئی تھی۔ سبودھ نے لکھا ہے۔ اگر سنیچر دار کی ڈنر ختم کئے بغیر وہ چلا آوے۔ تو اسے وہاں پھر جانا ہوگا۔ اسی لئے یہی فیصلہ ہے۔ کہ آخری ڈنر ختم ہونے پر پھاگن کے مہینے تک گھر واپس لوٹ آئے گا۔ فضول خرچ سے بھی بچ جائیں گے۔ اس کا خیال ہے۔ کہ یہاں کی ضرورتیں اس وقت تک انتظار کر سکتی ہیں۔"

آج کے دن عیش و عشرت و دولت سے متعلقہ تکالیف کا ذکر کر کے بیرداس کو تکلیف پہنچانے کی کالو کی بالکل ہی مرضی نہ تھی۔ کالو نے کہا۔ بھائی صاحب! ابھی تک نور دپیہ کی ادائیگی کی کوئی بات شروع نہیں ہوئی۔ اور کچھ دن اگر ہم احتیاط سے کام لیں۔ کسی کو چھیڑ خانی نہ کریں۔ تو جلدی کوئی جھگڑا نہ ہوگا۔ خیر کچھ بھی ہو۔ کسی قسم کی فکر مت کرو۔"

بیرداس نے کہا:- مجھے کوئی بھی فکر نہیں کالو۔ تی بھر نہیں۔"

بیرداس کی فکر کالو کو اچھی نہیں لگتی۔ مگر اس قدر بے فکری بھی اسے اور بھی زیادہ بری معلوم ہوتی ہے۔

بیرداس اخبار اٹھا کر پڑھنے لگے کالو سمجھ گیا۔ کہ اس بارہ میں کسی طرح کا ذکر کرنے

کی ہیرداس کی بالکل مرضی نہیں۔ روزانہ کام کاج کی بات ختم ہونے پر کالو چلا جاتا تھا۔
آج وہ چپ چاپ بیٹھا رہا۔ اس کی خواہش ہونے لگی۔ کہ کچھ بات چیت کرکے جیسے
بھی ہو کبھی سیوا میں لگ جائے۔"

"پوچھا۔ باہر کی اس کھڑکی کو بند کر دوں۔ ہوا آرہی ہے۔"

ہیرداس نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ "ضرورت نہیں۔"

پھر بھی کالو بیٹھا ہی رہا۔ بھیّا کے پاس آج کمدنی نہیں ہے۔ یہ خیال اس کے سینہ پر سوار تھا۔ دفعتاً سنائی دیا۔ پلنگ کے نیچے ٹام کتا اندر ہی اندر رو اٹھا۔ کمدنی کو اس نے جاتے ہوئے دیکھا ہے۔ نہ معلوم اس نے کیا سمجھا ہے۔ اسے وہ اچھی طرح سمجھا نہیں سکتا۔

ختم شُد